QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اِیلافِ قریش اور بین الاقوامی تجارتی معاہدات:
قرآنی رہنمائی کی روشنی میں سی پیک (CPEC) کی معاشی وسفارتی معنویت

Eilaf of Quraish and International Trade Agreements:
Economic and Diplomatic Significance of CPEC in the Light of Qur'anic Guidance

ڈاکٹر محمد عارف خان ساقی :ایسوسی ایٹ پروفیسر وصدر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی، کراچی، پاکستان۔

Abstract

The Qur'an provides timeless guidance not only in matters of faith but also in social, economic, and diplomatic affairs. Surah Quraish highlights the concept of *Eilaf*, referring to the trade agreements and safe trade routes established by the Quraish with major empires and regions of the time, including Rome, Abyssinia, Egypt, India, and China. This divine reference underlines the importance of secure economic corridors as a blessing of Allah and as a foundation for collective prosperity. Unfortunately, classical exegetical literature often treated *Eilaf* merely as a historical reference, overlooking its contemporary economic and diplomatic dimensions. This study argues that *Eilaf* provides an extraordinary Qur'anic precedent for international economic cooperation and strategic trade corridors, which directly parallels modern initiatives such as the China-Pakistan Economic Corridor (CPEC). Today, CPEC represents Pakistan's backbone for economic growth, connectivity, and regional integration, yet it is shadowed by uncertainty and hesitation. By revisiting the Qur'anic guidance of *Eilaf*, this paper emphasizes the need for Pakistan to embrace CPEC with vision, confidence, and long-term commitment. It demonstrates that the Qur'an does not isolate faith from worldly progress but offers an integrated framework where economic security, political stability, and spiritual consciousness go hand in hand. The forgotten Qur'anic wisdom of *Eilaf* is thus strikingly relevant for Pakistan's current economic challenges, and adopting its model can help ensure that CPEC evolves into a prosperous and unifying trade route, in line with the Qur'anic worldview of collective welfare and gratitude to Allah.

Keywords: Eilaf of Quraish, Qur'anic Guidance, International Trade, Economic Corridors, Diplomacy, CPEC

سورۂ قریش، قرآن حکیم کی مختصر ترین سورتوں میں سے ایک ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے قرآن حکیم کی سورتوں کی ترتیب میں اِس کا نمبر 106 ہے۔ اِس کی ابتدائی دونوں آیات میں لفظ اِیْلٰفِ آیا ہے۔ یعنی اِس سورۂ مبارکہ میں یہ لفظ دو مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اِس ثنویت کا ایک حسن تو بادیٔ النظر میں ہی واضح ہو جاتا ہے اور وہ ہے رسم الخط کی لطافت۔ لفظِ اِیْلٰفِ میں دو حروف مدّہ (بالترتیب کسرہ کے بعد یائے ساکنہ اور زبر کے بعد الف) آتے ہیں۔ پہلی جگہ پر پہلے حرفِ مدّہ کو ظاہر کیا گیا ہے اور دوسرے حرفِ مدّہ کی جگہ کھڑے زبر (الف مقصورہ) کی کتابت کے ساتھ، (اِیْلٰفِ) لکھا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری آیہ مبارکہ میں، (اٖلٰفِ) ، یعنی دونوں حروفِ مدّہ کے اخفاء کے ساتھ پہلے کھڑی زیر اور پھر کھڑا زبر کتابت میں اختیار کیا گیا ہے۔ اِس سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ قرآنی رسم الخط میں حروف مدّہ کے اظہار واخفاء کی دونوں صورتیں جائز اور درست ہیں۔ البتہ حرکات وسکنات کی عدم موجودگی میں چونکہ درست خواندگی میں مشکلات ہو سکتی ہیں اس لیے حروفِ مدّہ کا اظہار زیادہ موزوں بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم، تکرارِ لفظی سے گریز کرتا ہے۔ اِس کے کلام میں اختصار وجامعیت کو فوقیت حاصل ہے۔ مگر کئی مقامات پر کلمات بتکرار بھی آئے ہیں۔ اور جب کبھی بتکرار آئے ہیں تو ہر گز بے وجہ نہیں آئے ہیں۔ ایک اہم وجہ تو اُس کلمہ پر خصوصی توجہ کا ارتکاز ہوتا ہے۔ اِس حوالے سے دیکھا جائے تو سورۂ قریش کی ابتدائی دو متصل آیات کے اندر اِس لفظ کے یکے بعد دیگرے دونوں آیات میں آجانے کے باعث اِس کلمہ کی معنویّت و اہمیت بڑھ

جاتی ہے۔ بالخصوص جبکہ اِس چیز کو رب کعبہ کے ایک بہت ہی بڑے اور گراں بہا انعام واکرام کے طور پر پیش کیا گیا ہو۔ اور اِس اعزاز و اکرام کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ جدّہ' کی بندگی و شکر گزاری کی ترغیب کے لیے ایک مضبوط بنیاد بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

سطورِ ذیل میں لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ، اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ(سورۂ قریش:1و2) کے مطالعہ کیا جائے گا۔ اسلام کے ادبی ذخیرہ میں بالعموم اِس کلمہ کی بازگشت کہاں کہاں اور کن کن صورتوں میں ملتی ہے؟ اور بالخصوص ہمارا تفسیری اَدب اِس کے تعلق سے کیا کیا رجحانات رکھتا ہے؟ پھر اِسی تناظر میں دیکھنا یہ بھی ہو گا کہ اِس نوع کے رجحانات کے کیا کیا ممکنہ اَثرات ہو سکتے ہیں؟

سب سے پہلے تو یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِس کلمہ کی معنوی تعیین کے تعلّق سے عالمی شہرت یافتہ محقّق ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ نے بھی قلم اُٹھایا ہے۔ اِس موضوع پر آپؒ نے اپنا مقالہ 1968ء میں البلاغ کراچی میں طبع کروا دیا تھا۔ مگر ہمارے ہاں کے تفسیری اَدب میں کہیں خال خال ہی اِس کا حوالہ ملتا ہے۔ اور وہ بھی خاصی بے اعتنائی کے ساتھ۔ عام طور پر اِس کی کسی کو پرواہ ہی نہیں ہوتی۔ تفصیل اِس کی مناسب مقام پر آئے گی۔ ان شاءاللہ العزیز۔

بادیٔ النظر میں قرآنِ حکیم نے بتکرار یعنی یکے بعد دیگرے دوبار یہ کلمہ استعمال کرتے ہوئے قریش مکہ کو بیت اللہ شریف کے ربّ کا ایک احسان عظیم اور لطفِ عمیم یاد دلایا ہے۔ اِس میں بتایا یہ گیا ہے کہ یہ سب انعام واکرام اور اعزاز فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ جدّہ' کے اِسی گھر کی بدولت تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا وہی گھر جس کے آج بھی تم لوگ متولّی ہونے کے دعویدار ہو۔ صاف نظر آتا ہے کہ لفظِ اِيْلٰف کا یہ تکرار بے وجہ نہیں ہے۔ بالخصوص اِن حالات میں کہ جب کہ قریش مکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں یہ فضل و احسان یاد دلا دیا جائے اور ان سے اِس کا کوئی جواب بھی نہ بن پائے۔ چنانچہ بادیٔ النظر میں ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنِ حکیم نے اِس کلمہ کو دُہرا کر اِس کو مرکزِ نگاہ بنانے کا خوبصورت اشارہ دیا ہے۔ مگر بوجوہ اِس اشارے کو سمجھ کر اِس کلمہ کو اِس کے لائق شان اہمیت ہی نہ دی جا سکی۔ یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ جہاں تک اِس احسان عظیم اور لطفِ عمیم کا احساس و ادراک کیا گیا ہے، معاملہ اِس سے بھی کہیں بڑا اور بے پایاں ہو سکتا ہے، اور ہے۔ اِس لیے اِس معاملہ کے حقیقی فہم کے لیے پہلے اِس کلمہ کے مشتقات و معانی نیز قرونِ اولیٰ سے ہی اسلامی ذہن سازی میں بنیادی کردار ادا کرنے والے اپنے بڑوں اور سابق ادوار کے اہل علم و دانش کی تصریحات کا مطالعہ مناسب ہو گا۔

اِيْلٰف کا مادّۂ اشتقاق اَلْفٌ ہے۔ اور یہ کلمہ مجرّد میں باب سمع یسمع سے آتا ہے اور مانوس ہونا اور الفت کرنا کا معنی دیتا ہے۔ جبکہ زیر بحث کلمہ اِيْلٰف باب اِفعال کا مصدر ہے۔ یعنی: اٰلَفَ يُؤْلِفُ اِيْلَافًا۔ مطلب ہے: باہم گر اُنسیّت و الفت اور رغبت و شوق پیدا کر دینا۔ اِسی طرح یہ کلمہ بابِ تفعیل سے بھی کثیر الاستعمال ہے۔ جیسے: "اَلَّفَ يُؤَلِّفُ تَاْلِيْفًا"۔ لفظِ اُلفت و تالیف اور مؤلف بھی اِسی مادّہ سے بنے ہیں اور ہمارے ہاں اردو زبان میں بھی اپنے عربی معنی کے ساتھ ہی کثیر الاستعمال ہیں۔ مطلب ہے: مختلف اجزاء یا اشیاء کو باہم گر جوڑ دینا۔ قرآنِ حکیم میں اِس کلمہ کے مشتقات متعدد جگہ آئے ہیں۔ مثلاً ارشاد ہے: اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (اٰلِ عمران: آیت: 103) یعنی: اللہ نے تمہارے دلوں میں باہمی الفت پیدا کر کے اِن کو باہم دیگر جوڑ دیا ہے۔ اور اِلْفٌ بمعنی مفاہمتی یادداشت استعمال ہوتا ہے۔ اِس کی جمع اٰلَافٌ آتی ہے۔ اِس لیے ابتدا میں ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تجارتی راہداری کے معاہدات کو اِيْلٰف سے موسوم کرنے میں یہی بین الاقوامی الفت و انسیت کا عنصر اور باہمی التفات ہی پیش نظر رہا ہو گا۔ بالفاظِ دیگر مفاہمتی یادداشتوں کو رسولِ کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بعثت سے بھی پہلے اِيْلَاف اور اٰلَافٌ کا نام دے دیا گیا تھا۔ اُن وقتوں میں تجارتی ساز و سامان کی حفاظت پر مامور مسلح دستے کسی لشکر جرّار سے کم نہیں ہوا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ مسلح حفاظتی دستے، جو خفارہ کہلاتے تھے، کسی بھی علاقہ کو فتح کر کے اپنا راج قائم کرنے کی پوری اہلیت کے حامل ہوتے تھے۔ بلیاوی لکھتے ہیں:

اَلِفَہٗ (س) اَلْفًا:مانوس ہونا،محبت کرنا،اِسم:اَلْاُلْفَۃُ۔ اَلِفَ الْمَکَانَ وَ اَلَفَہٗ اِیْلَافًا:کسی جگہ سے مانوس ہونا۔[1]

محمد علی تھانوی موسوعۃ کشاف اصطلحات الفنون والعلوم میں لکھتے ہیں:

"اَلْاُلْفَۃُ"(Familiarity)بِالضَّم ھی فی اللُّغۃ:خوگرفتگی۔[2]

یعنی:عادی ہونا،کسی عادت کے زیرِاثر آجانا۔

لوئیس معلوف لکھتے ہیں:

اَلْاُلْفَۃُ : اَلصِّدَاقَۃُ وَالْمُؤَانَسَۃُ۔ اَلْاِیْلَافُ : اَلْعَہْدُ وَشِبْہُ الْاِجَازَۃِ [3]

ترجمہ:اُلفتْ کا معنی ہے:ایک دوسرے سے دوستی کرلینا اور باہم مانوس ہو جانا۔ایلاف:عہد معاہدہ اور اجازت کے مشابہ کوئی چیز۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

اَلَفْتُ بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ تَاْلِیْفًا فَتَاَلَّفَا

ترجمہ:میں نے دو چیزوں کو اچھی طرح سے جوڑا تو وہ دونوں جڑ گئیں۔[4]

جاراللہ زمخشری متوفی 528ہجری،لکھتے ہیں:

وَ الْاِیْلَافُ: مِنْ قَوْلِکَ : اَلَفْتُ الْمَکَانَ ، اُوْلِفُہٗ ، اِیْلَافًا: اِذَا اَلِفْتَہٗ فَاَنَا مُؤْلِفٌ[5]

یعنی: اِیْلَافٌ ایک عام سی بات ہے جیسے تم کہتے ہو:اَلَفْتُ الْمَکَانَ ، اُوْلِفُہٗ ، اِیْلَافًا:میں نے اِس جگہ سے الفت کی، تب کہتے ہو جب کسی جگہ سے دل لگاتے ہو،تو اِسی سے:مُؤْلِفٌ، بھی مشتق ہے جس کا مطلب ہے مانوس ہونے یا الفت کرنے والا۔

صاحب تفسیر کبیر،فخر الدین رازی نے اِیْلَافٌ کے تین معنوی احتمالات کا ذکر کیا ہے:

1۔ قریش کے دلوں میں اِن دونوں تجارتی سفروں کی الفت ڈال دی، 2۔ قریش کے لیے یہ تجارتی سفر لازم کر دیئے، یا 3۔ قریش کا اسباب و ساماں مہیا کرنا اور سفر کی تیاری کرنا۔[6]

علامہ جاراللہ زمخشری،معروف مخضرم شاعر[7]مساور بن ہند کا حسبِ ذیل شعر بھی نقل کرتے ہیں اِس کے باوجود اصل حقیقت کو اُجاگر کرنے سے گریز ہی فرماتے ہیں:

زَعَمْتُمْ اَنَّ اِخْوَتَکُمْ قُرَیْشٌ لَہُمْ اِلْفٌ وَلَیْسَ لَکُمْ اِلَافٌ[8]

مساور بن ہند کے متذکرہ بالا اشعار دیوان الحماسہ کے باب الہجاء میں منقول و مروی ہیں اور کچھ یوں ہیں:

زَعَمْتُمْ اَنَّ اِخْوَتَکُمْ قُرَیْشٌ لَہُمْ اِلْفٌ وَلَیْسَ لَکُمْ اِلَافٌ
اُولٰئِکَ اُوْمِنُوْا جُوْعًا وَّخَوْفًا وَقَدْ جَاعَتْ بَنُوْا اَسَدٍ وَّخَافُوْا [9]

ترجمہ:بنو اسد کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے:تم لوگوں کو زعم ہے کہ قریش تمہارے بھائی بند ہیں،اُن کے پاس ایلاف ہیں اور تم لوگوں کے پاس ایلاف کے جیسی کوئی شئے نہیں ہے،قریش کو تو بھوک اور خوف سے اَمان ملی ہوئی ہے اور بنو اسد بھوکے بھی ہیں اور خائف بھی۔

مساور بن ہند کے مندرجہ بالا اشعار اِس بات کا ایک ٹھوس ثبوت ہیں کہ عہدِ رسالت مآب علی صاحبہ السلام والصلوٰۃ کے لوگ ایلاف کی حقیقت سے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

پوری طرح سے واقف اور آگاہ تھے۔ لہٰذا اُن کی معلومات میں سے خوشہ چینی تو ہو سکتی ہے۔ اُن کی معلومات میں ہمارے لیے کسی اضافے کا باعث بننا ممکن ہی نہیں ہے۔ البتہ زمانۂ مابعد رسالت کے وقتوں میں اِس جانی پہچانی حقیقت پر مکمل حجابات آتے چلے گئے ہیں۔ اور اِس کی وجہ غالباً بڑی بڑی قد آور علمی شخصیات کی طرف سے بعض معاملات سے محض سرسری انداز میں گزر جانا اور صرف ظن و تخمین کے سہارے ہی بات کو آگے بڑھا دینے کی روش ہے۔ متداول و معروف تفاسیر میں سب سے متقدّم تفسیر ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفّیٰ ۳۱۱ ہجری کی جامع البیان ہے۔ آپؒ نے اپنی تفسیر میں سورۂ قریش کے بالکل شروع میں آنے والے لام کو بمعنی تعجّب لیا ہے اور فرماتے ہیں:

اِعْجَبُوْا لِاِیلَافِ قُرَیْشٍ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ وَ تَرْكِهِمْ عِبَادَةَ رَبِّ هٰذَا الْبَیْتِ۔ [10]

ترجمہ: تعجب کرو قریش کے جاڑے اور گرمیوں کے تجارتی سفروں میں لگ جانے اور اِس گھر کے ربّ کی بندگی چھوڑ بیٹھنے پر۔

صاف ظاہر ہے کہ آپ بھی اِیلاف کے تعلق سے لغت پر ہی انحصار کر رہے ہیں۔ اور اِس شے کی اصل اور اصطلاحی حقیقت سے پوری طرح سے بیگانہ ہیں۔ یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ ہر عہد و زمانہ کے لوگ اپنی مروجہ زبان کے کلمات سے ہی اپنی شاہکار تخلیقات کے لیے اصطلاحات بھی وضع کرتے ہیں۔ اِس لیے فقط لغت پر ہی انحصار کبھی کافی و شافی نہیں ہو سکتا۔ زمخشری خود سورۂ قریش کی تفسیر کرتے ہوئے یہ شعر نقل بھی کرتے ہیں تو سمجھنا چاہئے کہ انہیں گھر کا پتا معلوم ہو گیا تھا۔ گویا گنج مقصود تک راست رسائی ممکن ہو گئی تھی۔ اِس لیے طبری جو اِس حقیقت سے بالکل ہی بیگانہ ہیں، کے بالکل برعکس علامہ زمخشری تو اصل حقیقت کے عین دروازے تک جا پہنچے تھے۔ اِس کے باوجود سورۂ قریش کی تفسیر کرتے ہوئے اِس اہم حقیقت سے صرفِ نظر زمخشری کے پائے پلّے کے مفسّر کی طرف سے غیر معمولی نوعیت کی غیر ذمہ داری کے مظاہرہ کا بیّن ثبوت ہے۔ وجہ بہت سادہ سی ہے کہ آنے والے وقتوں میں نئے مفسّرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں فقط انہی بنیادوں کو مضبوط کیا ہے اور اِن کے اُوپر ہی اپنی اپنی عمارتیں کھڑی کی ہیں جو علّامہ زمخشری اپنی تفسیر میں فراہم کر گئے ہیں۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ علّامہ جار اللہ زمخشری اِیلاف کی اصل حقیقت سے بالکل ہی بیگانہ و بے خبر ہی رہے ہوں۔ آپؒ کو اِس کا علم تھا۔ مگر قرآنِ کریم کی سورۃ قریش کی تفسیر میں آپؒ کی طرف سے اِن اِیلاف کا باقاعدہ، تفصیلی اور قابلِ فہم ذکر شامل نہ ہونے کے باعث مشکلات پیدا ہوئی ہیں۔ اپنی دوسری کتاب الفائق میں لکھتے ہیں:

اِبْن عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ لَقَدْ عَلِمَتْ قُرَیْشٌ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ اَخَذَ لَهَا الْاِیْلَافَ وَ اَجَازَ لَهَا الْعِیْرَاتَ لَهَاشِمٌ۔
اَلْاِیْلٰفُ : اَلْحَبْلُ۔ اَیْ اَلْعَهْدُ الَّذِیْ اَخَذَهٗ هَاشِمُ بْنُ عَبْدِ مُنَافٍ مِنْ قَیْصَرَ وَ اَشْرَافِ اَحْیَآءِ الْعَرَبِ لِقَوْمِهٖ بِاَلَّا یُتَعَرَّضَ لَهُمْ فِیْ مُجْتَازَاتِهِمْ وَ مَسَالِكِهِمْ فِیْ رِحْلَتِهِمْ ۔ وَ هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ اٰلَفَهٗ بِمَعْنٰی اَلِفَهٗ لِاَنَّ فِی الْعَهْدِ اُلْفَةٌ وَّ اِجْتِمَاعُ كَلِمَةٍ۔ وَ یُقَالُ لَهٗ اَیْضًا: اِلْفٌ و اِلَافٌ۔ قَالَ:

زَعَمْتُمْ اَنَّ اِخْوَتَكُمْ قُرَیْشٌ   لَهُمْ اِلْفٌ وَّ لَیْسَ لَكُمْ اِلَافُ[11]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: قریش کو پتا چل گیا تھا کہ وہ پہلے شخص جنھوں نے اُن کے لیے اِیلاف کیے اور اِن کے تحت اِن کو تجارتی قافلوں کی اجازت دی وہ یقیناً ہاشم ہی تھے۔ اِیلاف کا معنی رَسّی یعنی عہد ہے جس کو ہاشم بن عبد مناف نے اپنی قوم کے لیے قیصرِ روم اور عرب قبیلوں کے اشراف کے ساتھ اِن شرائط کے تحت قائم کیا تھا کہ اُن کے تجارتی کاروانوں کی راہوں و گزر گاہوں پر اُن کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی۔ اور یہ کسی کے ساتھ عہدِ الفت قائم کرنے کے لیے بابِ اِفعال سے مصدر ہے۔ اِس لیے کہ عہد کے اندر الفت اور معاملے میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اِس کو اِلْفٌ اور اِلَافٌ بھی کہا جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے: تم لوگوں کو زعم ہے کہ قریش تمہارے بھائی بند ہیں، اُن کے پاس ایلاف ہیں اور تم لوگوں کے پاس ایلاف کے جیسی کوئی شئے نہیں ہے۔

قریش کو اِیلاف کی حقیقت کا ادراک تو تھا ہی، معلوم ہوتا ہے کہ علامہ زمخشری کو تفسیر کشاف مکمل اور عام کر دینے کے بعد اِس حقیقت کا اِدراک ہوا ہے۔ آپ کے انتخاب لفظی پر عربی سے واقفیت رکھنے والے اہلِ علم غور کر سکتے ہیں۔ شاعر، بنو اسد کے مقابل، جو قریش مکہ کو اپنا بھائی گردانتے تھے، قریش مکہ کے فضائل و مناقب گنوا رہا ہے۔ تو یقیناً وہ ایلاف کی حقیقت سے بخوبی واقف رہا ہو گا۔ اور نہ صرف یہ کہ وہ خود بخوبی آگاہ تھا بلکہ یہی آگاہی دوسروں کو بھی منتقل کر رہا تھا۔ یہ بات بر سبیلِ تنزّل ہے۔ ورنہ تو حضرت ہاشم ہمارے رسولِ کریم ﷺ کے جدِّ امجد یعنی پڑدادا ہیں۔ حضرت عبد المطلب و حضرت عبّاس کے دادا محترم ہیں۔ چنانچہ اظہر من الشمس ہے کہ اپنے دادا یا پڑدادا کے کارہائے نمایاں کون بھولتا ہے؟ اور کارنامہ بھی ایسا کہ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے اطراف و اکناف اور دیگر بلاد و امصار میں تجارتی کاروانوں کی پر امن راہداری کے لیے اِیلاف کے جال بچھا گئے ہوں۔ نزول قرآنِ کریم کے وقتوں میں بھی یہ تجارتی کاروان انہی اِیلاف کے ماتحت ہی رواں دواں رہے ہیں۔ یہ چیز اسلام کے آنے کے بعد ہی فراموش ہوئی ہے جب فتوحات کے باعث اِن تجارتی کاروانوں کی اِیلاف کے زیرِ اثر آمد و رفت، ضرورت ختم ہو جانے کے باعث، بند ہو گئی تھی۔ ورنہ تو ملوک عجم کی طرف سے تجارتی عمل کے لیے پروانۂ پُر امن راہداری یقیناً قریش مکہ کی عظمت کا عالمی اعتراف تھا۔ لا محالہ بنو اسد کو ایسا کوئی اعزاز یا امتیاز حاصل و میسّر نہیں تھا۔ البتہ صدیوں بعد جب ہمارے اہلِ علم نے تعبیر و تفسیر کے عمل کو آگے بڑھانے کے لیے قلم اُٹھایا تو اِس اہم حقیقت کی ہڈیوں پر بھی زمانے بیت چکے تھے۔ اِس عظمتِ رفتہ کے تذکرے محفوظ تو تھے مگر صدیوں بعد اُن تذکروں تک رَسائی کی مشکلات نے اِس اہم حقیقت کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اِیلاف کی شروعات کی توجیہ کرتے ہوئے ابو عثمان جاحظ لکھتے ہیں:

وَقُرَيْشٌ مِّنْ بَيْنِ جَمِيْعِ الْعَرَبِ دَانُوْا بِالتَّحَمُّسِ ، وَتَشَدَّدُوْا فِي الدِّيْنِ ۔ فَتَرَكُوْا الْغَزْوَ كَرَاهَةً لِلسَّبْيِ وَ اسْتِحْلَالِ الْاَمْوَالِ وَ اسْتِحْسَانِ الْغَصْبِ۔ فَلَمَّا تَرَكُوْا الْغَزْوَ لَمْ تَبْقِ مَكْسَبَةً سِوَى التِّجَارَةِ۔ فَضَرَبُوْا فِي الْبِلَادِ اِلٰى قَيْصَرَ بِالرُّوْمِ وَ اِلَى النَّجَاشِيْ بِالْحَبْشَةِ وَ اِلَى الْمُقُوْقِس بِمِصْرَ وَ صَارُوْا بِاَجْمَعِهِمْ تُجَّارًا خُلَطَآءَ [12]۔

ترجمہ: پورے عالم عربی میں سے قریش ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے دلیری و بہادری کو اپنی پہچان بنایا اور اپنی دینی اقدار پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہو گئے۔ اِس کے نتیجے میں انہوں نے جنگ و جدال سے، اِس میں قیدی بنانے، دوسروں کا مال حلال سمجھنے لگ جانے اور غصب کو اچھا سمجھنے ایسی علتوں کے باعث کنارہ کشی کر لی۔ پھر جب انہوں نے جنگ و جدال ہی چھوڑ دیا تو اُن کے پاس تجارت کے سوا کوئی ذریعۂ معاش ہی باقی نہ رہا۔ اِسی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے مختلف ممالک مثلاً قیصر روم، حبشہ کے نجاشی، مصر کے مقوقس کی طرف کاروانی تجارت کو فروغ دیا۔ یوں تمام قریشی اپنی ہیئت اجتماعی میں ملی جلی اشیاء کی تجارت سے منسلک ہو گئے۔

جاحظ کے بیان کو قرآن حکیم کی اُس تصریح کے تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے جو مکہ مکرمہ کی اولین آبادکاری سے متعلق ہے۔ ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ (سورۂ ابراہیم : آیت: 37)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار یہ طے شدہ بات ہے کہ میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو پہاڑوں کے دامن میں ایک ناقابل کاشت زمین میں تیرے مقدس گھر کے پاس لا کر آباد کر دیا ہے، تاکہ یہ لوگ نظامِ صلوٰۃ کو قائم کر سکیں، تو تُو لوگوں کے دلوں کو اِن کی جانب مائل فرما دے اور اِن لوگوں کو پھلوں میں سے رزق عطا فرما تاکہ یہ لوگ تیرا شکر بجا لائیں۔

چند بنیادی باتیں طے شدہ معلوم ہوتی ہیں۔ وادی غیر ذی زرع میں آبادکاری کا مطلب یہ ہے کہ مقامی طور پر یہاں وسائل حیات کی افراط نہیں ہو گی۔

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

مقامی طور پر کاشت کاری اور زرعی اجناس کی پیداوار کے امکانات سے خالی یہ مقام دراصل دیگر بلاد و اَمصار کی طرف اہلیانِ مکہ کی مراجعت کی کھلی دعوت ہے۔ بصورتِ دیگر اُن کی بقا خطرے میں پڑ جائے گی۔ نیز یہ آبادکاری اقامت دین کی خاطر عمل میں لائی گئی ہے۔ چنانچہ اطراف واکناف میں آباد حتیٰ کے دیگر بلاد و اَمصار کے لوگوں کے دلوں میں بھی یہاں کے باشندوں کی طرف رغبت و میلان ایک بڑا عطیۂ خداوندی ہے۔ یہاں کے باشندوں کو پھلوں سے رزق مہیا کیا جائے گا اور اِس کے باعث اُن کی شکر گزاری کے امکانات واضح اور روشن تر ہو جائیں گے۔ اِسی دعائے خلیل کا حاصل ہے کہ ملوک عجم کے دلوں میں بھی قریش مکہ کے لیے الفت و میلان پیدا ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے بھی اپنے اپنے ملکوں اور علاقوں میں تجارتی سفر کے لیے قریش مکہ کے اوپر اپنے بند دروازے کھول دیئے تھے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دعائے خلیل کے نتیجے میں نبیٔ موعود کی بعثت کو کسی خاص قوم یا علاقے کی بجائے عالمگیر ہونا تھا۔ چنانچہ رسولِ کریم ﷺ کے جدِّ امجد حضرت ہاشم سے وہ اقدامات کروا لیے گئے تھے جن کے نتیجے میں عربوں کے دنیا بھر میں گھومنے پھرنے اور تجارت کی شکل میں وہاں کے باشندوں کے ساتھ براہِ راست روابط قائم کرنے اور اُن کی عادات واطوار اور مزاج سے واقفیت پیدا کر لینے کے بھرپور مواقع اور امکانات پیدا ہو گئے تھے۔ یعنی بعثتِ مبارکہ سے پہلے ہی عربوں نے گھوم پھر کر تین برّاعظموں کی دنیا دیکھ لی تھی۔ یہ ظہورِ قدسی کی عالمگیریت کا پیش خیمہ تھا۔ چنانچہ ظہور اگرچہ اِن تمام اُمور کا اپنے مقرّرہ وقتوں پر ہی ہوا ہے۔ مگر ابتدائی آبادکاری کے موقع پر ہی متذکرہ بالا تمام اُمور طے ہو گئے تھے کہ نبیٔ آخر الزماں ﷺ کی بعثت کن لوگوں میں مقدّر ہے۔ ساتھ ہی ساتھ خانہ کعبہ کی عظمت کے عالمی اعتراف کی بنیادیں بھی مضبوط کر لی گئی تھیں۔

مقامی طور پر وسائل حیات کی فراوانی وافراط کا سادہ سا مطلب یہ ہوتا کہ اِن لوگوں کی اپنی ایک الگ ہی دنیا ہوتی۔ اور باقی دنیا کی طرف نظرِ التفات کے مواقع بہت ہی محدود ہو کر رہ جاتے۔ حالانکہ جس نبیٔ آخر الزمان کی بعثت کے لیے یہ تمام تر منصوبہ سازی ہو رہی ہے اُس کو عالمگیر شریعت دے کر رہتی دنیا تک کے لیے بھیجا جانا ہے۔ اِس لیے کہا جا سکتا ہے کہ بنیادوں کے اندر ہی اِن عناصر کو داخل کر کے دراصل قدرتی طور پر ہی اِن لوگوں کا رُخ بیرونی دنیا کی طرف موڑ دیا گیا تھا۔ اور اِسی وادیٔ غیر ذِیْ زَرْعٍ (ناقابلِ کاشت کاری زمین) میں آبادکاری کے بظاہر ایک مشکل عمل نے ہی قریش مکہ کو عالم میں انتخاب کے مقامِ بلند تک پہنچنے میں مدد فراہم کی ہے۔

قرآن حکیم کے بھرپور انداز میں توجہ دلانے کے باوجود قریش مکہ کی عالمی شہرت و پذیرائی کی اِس بے مثال مرتبت کو عہدِ تعبیر و تشریح میں مناسب توجہ اور احترام نہیں مل سکا۔ اگر قریش مکہ کے اِس مقام و مرتبے کا کچھ پاس ولحاظ کیا جاتا تو وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ہمارا تفسیری ادب اپنے کئی پہلوؤں پر بہت مختلف اور زیادہ شاندار ہوتا۔ نیز تاریخی طور پر مسلمہ حقائق سے ہم آہنگ ہونے کے ناتے اِس کی اثر آفرینی بھی کئی گنا بڑھ جاتی۔ مگر صدیوں تک اِس حقیقت سے نظریں چرائی جاتی رہیں۔ تفسیری ادب کی جھلکیاں ملاحظہ کیجیے:

شاہ ولی اللہ نے سورۂ قریش کی متعلقہ آیات کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے:

برائے شکر الفت دادنِ قریش، یعنی الفت دادنِ ایشان بہ سفر زمستان و تابستان[13]

فتح محمد جالندھری کا کیا ہوا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

قریش کے مانوس کرنے کے سبب، (یعنی) ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب[14]

یہ تراجم کسی بھی طرح سے اُن زمینی حقائق کے آئینہ دار نہیں ہیں جن پر قریش مکہ بجا طور پر ناز کر سکتے تھے۔ عربوں کی اِس تجارت کا عالم کیا تھا؟ اور اِس تجارت کے لیے اُن کے پاس کس قدر زیرِ گردش سرمایہ موجود تھا؟ اِس بات کا اندازہ اِس سے لگا لیجیے کہ عرب بین الاقوامی ٹریڈ روٹ یعنی دیگر بلاد و امصار کے ساتھ باقاعدہ تجارتی راہداری کے معاہدات کے حامل تھے۔ جزیرہ نما کے اندر مختلف مقامات پر مختلف اشیاء کے مستقل بازار موجود

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

تھے۔ مبا کپوری لکھتے ہیں:

> جزیرہ نمائے عرب پرانی دنیا کے تمام معلوم برّاعظموں کے بیچوں بیچ واقع ہے اور خشکی اور سمندر دونوں راستوں سے اِن کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اِس کا شمال مغربی گوشہ برّاعظم افریقہ میں داخلے کا دروازہ ہے۔ شمال مشرقی گوشہ یورپ کی کنجی ہے۔ مشرقی گوشہ ایران، وسطِ ایشیا اور مشرقِ بعید کے دروازے کھولتا ہے۔ اور ہندوستان اور چین تک پہنچاتا ہے۔ اِسی طرح ہر برّ اعظم سمندر کے راستے بھی جزیرہ نمائے عرب سے جڑا ہوا ہے۔ اور ان کے جہاز عرب بندر گاہوں پر براہِ راست لنگر انداز ہوتے ہیں۔[15]

اُن وقتوں میں تجارتی ساز و سامان سے بھرے پُرے قافلے اِس قدر مسلح بھی ہوا کرتے تھے کہ ڈاکوؤں کا کوئی بڑے سے بڑا گروہ بھی اُن پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ تو دوسرے ہاتھ پر اتنے مشّاق جنگجوؤں پر مشتمل ایک بڑے مسلح لشکر کو کوئی ملک اپنی حدود میں داخلہ کی اجازت بھی نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ خانہ کعبہ کی بدولت قریش مکہ کو یہ امتیاز اور اعتبار حاصل ہوا ہے کہ ان کو تجارتی قافلے لیکر کسی بھی ملک میں داخل ہونے کی اجازت حاصل تھی۔ یہی نہیں بلکہ قریش مکہ کا کوئی فرد بَذْرَقَہ بن کر کسی بھی تجارتی قافلے کے ہمراہ ہو جاتا تو اُس قافلے کو بھی اجازت اور امان مل جاتی تھی۔ بدرقہ، فارسی زبان کے مرکّب "بہ درگاہ" بمعنی منزل تک لے جانے والا، سے معرّب ہوا ہے۔ صاحب جامع اللغات کے نزدیک اِس کا معنی حسبِ ذیل ہے:

رہنما، محافظ، نگہبان، سپاہی جو حفاظت کے لیے ساتھ ہوں۔[16]

اِس کی جگہ خالص عربی کلمہ: خِفَارَہ، سمجھا جاتا ہے۔ مگر دونوں کے مابین نمایاں فرق معلوم ہوتا ہے۔ بدرقہ سے مراد وہ شخص ہے جو زمینی راستوں سے واقف اور اِن کا ماہر یعنی جغرافیہ دان ہو۔ سنگین موسموں سے نبرد آزمائی آسان کام بھی نہیں تھا۔ یہ شخص اِس بات کا ذمہ دار ہوتا تھا کہ ہر موقع و موسم کے لحاظ سے راستہ کا انتخاب کرتے ہوئے قافلہ کی راہبری کرے۔ جبکہ خِفارہ پرائیویٹ سیکورٹی کمپنیز کی شکل کے مخصوص جنگجو جتھے ہوا کرتے تھے جو مناسب معاوضہ لے کر تجارتی کاروانوں کی حفاظت کے لیے اُن کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ قافلوں کو ڈاکوؤں کے حملوں سے محفوظ رکھنا اِن کی ذمہ میں شامل ہوا کرتا تھا۔ درج ذیل اقتباس سے اِس کی اَصل شکل سامنے آجائے گی۔ اِس کا ذکر قدیمی کتب کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تصنیفات میں بھی ملتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> قریشی کاروبار شمال، جنوب، مشرق، مغرب، سب طرف پھیلے ہوئے تھے۔ وہ عراق بھی جاتے، یمن بھی، حبش بھی، شام بھی اور اندرونِ عرب بحرین، نجد و خیبر بھی۔ اِن کا نظام ناگزیر وسیع ہونا چاہیے۔ اور واقعہ بھی یہی تھا۔ انہوں نے ایک فوج قائمہ نوکر رکھ لی تھی جو تمام بدوی عرب میں اچھوتی چیز تھی۔ انہوں نے خفارے یا بدرقے کی ضروریات کے لیے معاہدات کا۔۔ وسیع اور ملک گیر جال پھیلا دیا تھا۔[17]

ہماری دانست میں بدرقہ، فارسی کی تعریب ہے۔ یہ اصل میں فارسی ترکیب: بہ درگاہ، بمعنی: منزل تک رسائی (To the Destination) دینے والا، کو یکجا کرتے ہوئے اسے معرّب بنالیا گیا ہے۔ وجۂ تسمیہ یہ نظر آتی ہے کہ اُس زمانے میں اِیْلَاف کی بدولت قریش مکہ کو نہ صرف یہ کہ مختلف ریاستوں میں داخل ہونے کی کھلی اجازت ہوتی تھی بلکہ یہ عرب تاجر، شاہانِ عجم کے درباروں تک بھی بے روک ٹوک رسائی رکھتے تھے۔ اور نادر و نایاب اشیاء کی رونمائی شاہی محلات یا ان کے اطراف میں ہی ہوا کرتی تھی تاکہ اچھے گاہک اور بہتر دام مل سکیں۔ اِسی طرح یہ تجارتی قافلے ایک منڈی سے دوسرے علاقے کی منڈی تک سامان کی ترسیل کے ذمہ دار بھی ہوتے تھے۔ لہٰذا بہ درگاہ یا بدرقہ سے انہی منازلِ مقصودہ اور درباروں تک پہنچانے والے شخص کی صورت میں ہی مفہوم ہوتی ہے۔ اِس کی عملی صورت یہ تھی کہ ہر تجارتی راہداری کے لیے کچھ ماہرین ہوتے تھے جو اپنے بڑوں

کے ساتھ اِن راستوں پر سفر کرتے کرتے جوان ہوئے تھے اور راستے کے ہر نشیب و فراز اور کیفیّات و احوال سے بخوبی واقف ہوا کرتے تھے۔ حتی کہ قرب و بعد اور آسانیوں اور خطرات سے بھی پوری طرح سے آگاہ ہوتے اور اُن کی مشکلات سے نبرد آزمائی کی تاب و طاقت کے حامل ہوا کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ مسلح افراد جوڑ لیا کرتے تھے جن کی تعداد و طاقت تجارتی قافلے کی ضرورت پر موقوف ہوا کرتی تھی اور یوں اپنی اِس ذاتی سفری مہارت کو تجارتی کاروانوں کے لیے مہیا کرتے اور اِس کے طے شدہ دام وصول کیا کرتے تھے۔

یہ بدرقہ ایک طرح سے محفوظ راہداری کی ضمانت ہوا کرتا تھا۔ جس مقام تک قافلہ رسائی چاہتا، یہ اپنی رہنمائی میں اُس کو بحفاظتِ تمام اُس مقام تک پہنچانے کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے۔ حتی کہ بالفرض اگر کسی راہ میں ڈاکوؤں کے حملہ کا سامنا ہو بھی جاتا تو جی جان سے قافلے کی حفاظت کے لیے لڑ پڑتے اور یوں لڑتے لڑتے اپنی جان پر کھیل جایا کرتے تھے۔ بدرقہ کی جگہ عرب خِفَارَہ کی اصطلاح بھی اِس طرح کی جماعتوں کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ خفارہ کے معنی کے تعلق سے معروف لغت نویس لوئیس معلوف لکھتے ہیں:

"خَفَرَ، يَخْفُرُ، خَفْرًا و خَفَرًا: هٗ و بِهٖ، وعَلَيْهِ: اَجَارَهٗ و حَمَاهٗ و اَمَّنَهٗ، و خَفَرَهٗ: اَخَذَ مِنْهُ مَالًا لِّيَخْفِرَهٗ"۔ [18]

ترجمہ: اجرت پر پناہ دینا، اپنی حمایت فراہم کرنا اور امن و پناہ دینا، اجرت لے کر پناہ مہیا کرنا۔

یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ بیک وقت ایک ہی خدمت کے لیے عربی میں دو نام یا عنوان دستیاب ہیں تو یقینی طور پر دونوں کلی طور پر مترادف نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اِس کی حقیقت بھی مزید سوچ بچار کی متقاضی ہے۔ اِس کلمہ کے اصل معانی کچھ یوں سمجھ آتے ہیں کہ اپنے حفاظتی حصار و پناہ میں رکھ کر منزلِ مقصود تک کا محفوظ و پر امن سفر کروا دینا، ہی در اصل خِفَارہ ہے۔ بادیُ النظر میں خفارہ کی حقیقت تو یہی ہے۔ اور اگر معاملہ یہی ہے تو بدرقہ اور خفارہ میں ایک واضح فرق ممکن ہے۔ وہ یہ کہ بدرقہ کے ذمہ فقط رہبری رہی ہو گی، جیسا کہ فارسی ترکیب اور اِس کی تعریب پر غور کرنے سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ ایک بدرقہ کے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ مطلوبہ سفر کی تمام منازل، راستوں اور وہاں کے جغرافیائی حالات سے بھی واقف ہو۔ جبکہ خفارہ مسلح جنگجوؤں پر مشتمل حفاظتی دستہ رہا ہو گا۔ یہ دونوں باہم مل کر اُس دور کے تجارتی کاروانوں کی ناگزیر سفری ضرورتوں کی تکمیل کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خفارہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

خفارہ، جو ایک معنی میں بین الاقوامی اجازت نامہ راہ گزر کا مہیا کرنا تھا، عربوں کے ہاں ایک مستقل ادارہ بن گیا تھا جس کی قیمت مقرر تھی۔[19]

کسی بھی علاقے میں فقط تجارتی کاروانوں کی آمد و رفت کے بارے میں سمجھا جا سکتا ہے کہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ بھی نہیں تھا۔ اصل مسئلہ تو اِن قافلوں کی حفاظت کی خاطر اِن کے ساتھ جڑے ہوئے مسلح جتھوں کا کسی بھی علاقے میں آ جانا ہی رہا ہو گا۔ بہر حال بدرقہ ہو یا خفارہ یہ تمام کاروانی تجارت کے مال و اسباب اور سرمایہ کی حفاظت ہی کی ناگزیر ضرورتیں ہیں۔ البتہ اِن اصطلاحات کی مدد سے کاروبار کی بین الاقوامی وسعت اور تنظیم و ترتیب کا بخوبی اندازہ بھی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ یہ تفصیلات، ابن قتیبہ کے استاذ محمد بن حبیب کی کتاب اَلْمُحَبَّر اور اِسی مصنف کی دوسری کتاب اَلْمُنَمَّق سے استفادہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مطبوع و مہیا ہیں۔ اِن میں سے بھی مؤخر الذکر کتاب زیادہ شرح و بسط کے ساتھ اِیْلَاف کی تفصیلات بیان کرتی ہے۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ قیصر روم نے رسول کریم ﷺ کے جدِّ امجد حضرت عمرو بن عبد مناف کو اُن کے لقب، ہاشم سے پہچانا۔ ہاشم کا معنی ہے شوربے میں روٹیاں توڑ کر ثرید بنانے والا۔ آپ نادار اور باہر سے آئے ہوئے لوگوں کو ثرید بنا کر پیش کیا کرتے تھے تو یہی عادت آپ کی وجہ شہرت بن گئی۔

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

آپ کی یہ شہرت قیصرِ روم تک پہنچی تو اُس نے آپ کو اپنے دربار میں آنے کی دعوت دے دی۔ آپ جب پہنچے اور اس کی نگاہ میں اپنی قدر و منزلت ملاحظہ کی تو قیصر روم سے مخاطب ہو کر کہا:

اِنَّ لِیْ قَوْمًا وَّ ھُمْ تُجَّارُ الْعَرَبِ فَاِنْ رَاَیْتَ اَنْ تَکْتُبَ لَھُمْ کِتَابًا تُؤَمِّنُہُمْ وَ تُؤَمِّنَ تِجَارَتَہُمْ فَیَقْدِمُوْا عَلَیْکَ بِمَا یَسْتَطْرِفُ مِنْ اُدُمِ الْحِجَازِ وَثِیَابَہٗ۔ فَیَکُوْنُوْا یَبِیْعُوْنَہٗ عِنْدَکُمْ فَھُوَ اَرْخَصُ عَلَیْکُمْ ۔ فَکَتَبَ لَہٗ کِتَابًا بِاَمَانٍ مَّنْ اَتٰی مِنْہُمْ۔ فَاَقْبَلَ ھَاشِمُ بِذٰلِکَ الْکِتَابِ فَجَعَلَ کُلَّمَا مَرَّبِحَیٍّ مِّنَ الْعَرَبِ بِطَرِیْقِ الشَّامِ اَخَذَ مِنْ اَشْرَافِہِمْ اِیْلَافًا وَّ الْاِیْلَافُ اَنْ یَاْمَنُوْا عِنْدَھُمْ فِیْ اَرْضِہِمْ بِغَیْرِ حِلْفٍ۔ وَ اِنَّمَا ھُوَ اَمَانُ النَّاسِ ۔ وَعَلٰی اَنَّ قُرَیْشًا تَحْمِلُ لَھُمْ بَضَائِعَ فَیَکْفُوْنَھُمْ حِمْلَانَہَا وَ یَرُدُّوْنَ اِلَیْھِمْ رَاسَ مَالِھِمْ وَرِبْحِھِمْ ۔ فَاَخَذَ ھَاشِمُ الْاِیْلَافَ مِمَّنْ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الشَّامِ۔ [20]

ترجمہ: میری قوم بڑی عظیم ہے۔ اور پیشہ کے لحاظ سے یہ لوگ عرب تاجر ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو انہیں ایک ایسی دستاویز تیار کر دیں جو اِن کو بھی امان دے دے اور ان کی تجارت کو بھی امان مل جائے۔ تو پھر یہ لوگ حجاز کے چنیدہ چمڑوں اور کپڑوں کے ساتھ آپ کے ملک میں آیا کریں گے۔ وہ ان کو یہاں بیچ کر جایا کریں گے اور یہ آپ کے لوگوں کو سستا بھی پڑے گا۔ تو قیصر روم نے آپ کو اِن میں سے ہر آنے والے کے حق میں امان کی دستاویز لکھ دی۔ ہاشم اُس دستاویز کو ساتھ لے کر آگے بڑھے اور شام کے راستے پر جس بھی عرب قبیلے کے پاس سے گزر ہوا اُس کے سربراہ سے اِسی طرح تجارتی راہداری کے امن معاہدات کرتے چلے گئے۔ اور اِیْلَاف یہ ہے کہ بغیر کسی اضافی معاہدہ کے اِن کے تجارتی کاروان اُن کے علاقوں میں محفوظ و مامون ہوں گے۔ یہ دراصل لوگوں طرف سے اَمان کا معاملہ تھا۔ یہ بھی طے پایا تھا کہ قریش کے تجارتی کاروان اِن لوگوں کا ساز و سامان اپنے ساتھ لے جایا کریں گے اور بیچ کر منافع سمیت اِن لوگوں کو رقم کی ادائیگی کر دیا کریں گے۔ اس طرح ہاشم نے مکہ اور شام کے درمیانی علاقے میں بھی اِیْلَاف کر لیے تھے۔

اِس سارے معاملے کو آج کی زبان میں ہم مفاہمتی یاد داشت (Memorandum of Understanding) سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ اِس کا انگریزی مخفّف: ایم او یو، ہمارے ہاں عام مستعمل اور عام فہم ہے۔ یہ دراصل دو یا زیادہ فریقوں کے مابین باہمی اعتماد اور تعاون کی دستاویز ہوتی ہے۔ اِس کی روشنی میں دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ قیصر روم کے ساتھ حضرت ہاشم نے یہی ایم او یو کر لیا تھا۔ اور پھر اِس روایت کو دیگر علاقوں اور ممالک تک پھیلا دیا تھا۔ اِسی کا نتیجہ تھا کہ عرب تجارتی کاروان سردیوں اور گرمیوں کی پرواکیے بغیر بغرضِ تجارت کسی بھی ملک میں آ اور جا سکتے تھے۔ حتی کہ غیر معمولی طور پر مضبوط مسلح جتھوں کی حفاظت میں سفر کرنے والے یہ تجارتی کاروان بغیر کسی روک ٹوک کے کسی بھی ایسے ملک میں جا اور واپس آ سکتے تھے جس کے ساتھ اِیْلَاف یعنی: ایم او یو ہو چکا ہو۔ اور ملوک عرب و شاہانِ عجم کے ہاں یہ سارا اعزاز و اکرام قریش کو خانہ کعبہ کی بدولت ہی نصیب ہوا تھا۔ گویا مانا جاتا تھا کہ یہ لوگ خانہ کعبہ کے متولّی اور اللہ والے لوگ ہیں۔ اِس لیے اِن کے اُوپر اعتماد کر لینے میں کوئی مضائقہ والی بات ہی نہیں ہے۔ یہ اعزاز و اکرام جو قریشِ مکہ کو حاصل و میسر تھا کعبہ معظّمہ والے ہونے کے ناتے ہمیں بھی نصیب ہو سکتا تھا اگر پُر اَمن اور باوقار بین الاقوامی تعلقات کے بارے میں قرآنِ کریم کی فراہم کردہ اِس بصیرت افروز اور حکمت آمیز ہدایت پر اوّلین وقتوں میں ہی حجابات نہ پڑ جاتے۔ حد یہ ہے کہ جب علمی و تحقیقی بنیادوں پر اِس اہم حقیقت کا انکشاف ہو ہی گیا ہے تو بھی وارثینِ و حاملینِ قرآنِ کریم اِس کو کوئی اہمیّت دینے کے لیے آمادہ و تیار ہی نظر نہیں آتے۔ حالانکہ ہم دنیا کی وہ اکلوتی قوم ہیں جس کا الہامی صحیفہ آج بھی بغیر کسی شک و شبہ کے روزِ اوّل کی طرح محفوظ و مأمون اور زندہ و جاوید ہے۔ اور اِس نسبت سے آج بیت اللہ شریف کے متولّی و امین اور وارث قوم ہم ہی ہیں۔

قرآن حکیم کی سورہ قریش میں اِنہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ، اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ، فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ، اَلَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ۔ (سورۃ قریش)

ترجمہ: قریش کے تجارتی راہداری کے معاہدات کے باعث، اِن کے تجارتی راہداری کے وہ معاہدات جن کے تحت وہ جاڑے اور گرمیوں میں تجارتی قافلے لے کر نکلا کرتے تھے، تو اِن کو چاہیے کہ اِس گھر کے ربّ کی بندگی اختیار کریں، اُسی ربّ کی جس نے اِن کو بھوک میں کھانا دیا اور خوف سے اِن کو امان عطا کی ہے۔

مگر یہاں مترجمین و مفسرین اِلٰف کے اِس مذکورہ بالا اصطلاحی معنی کا لحاظ کرنے کی بجائے لغوی معنی کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ اور از روئے لغت اِیْلَاف کا معنی: الفت اور انسیت، کرتے ہیں۔ ایسا بھی نہیں کہ اِیْلَاف کی حقیقت کلّی طور پر ہی فراموش ہو گئی تھی۔ عہدِ جاہلیت کے شعرانے جہاں اِیْلَاف کو موضوعِ سخن بنائے رکھا ہے وہیں اہلِ علم و فضل ہر دور میں اپنی اپنی کتابوں میں بھی اِس کی حقیقت بیان بھی کرتے آئے ہیں۔ مثلاً صاحب مروج الذہب، علامہ مسعودی، متوفی 346 ہجری، کی حسب ذیل تصریح کو ہی دیکھ لیجیے۔ لکھتے ہیں:

وَ اَخَذَتْ قُرَيْشُ الْاِيْلَافَ مِنَ الْمُلُوْكِ وَتَفْسِيْرُ ذٰلِكَ الْاَمْنُ ---وَرَحِلَتْ قُرَيْشٌ ، حِيْنَ اُخِذَ لَهَا الْاِيْلٰفُ مِنَ الْمُلُوْكِ ، اِلَى الشَّامِ وَالْحَبْشَةَ وَ الْيَمَنِ وَ الْعِرَاقِ، وَفِيْ ذَالِكَ يَقُوْلُ مَطْرُوْدُ اَلْخُزَاعِيُّ:

يَاَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُحَوَّلُ رَحْلَهٗ   هَلَّا نَزَلْتَ بِاٰلِ عَبْدِ مُنَافِ

اَلْاٰخِذِيْنَ الْعَهْدَ مِنْ اٰنَافِنَا   وَ الرَّاحِلِيْنَ بِرِحْلَةَ الْاِيْلٰفِ۔ [21]

ترجمہ: قریش نے ملوک عجم سے اِیْلَاف کر لیے تھے اور اِیْلَاف سے مراد امن ہے۔۔۔۔ اور جب مختلف ممالک کے بادشاہوں کے ساتھ پر امن تجارتی راہداری کے معاہدات (اِیْلَاف) کر لیے گئے تو قریش نے شام، یمن، حبشہ اور عراق کی طرف کاروانی تجارت کا آغاز کر دیا۔ اِسی سلسلے میں مطرود الخزاعی کہتا ہے:

اے وہ شخص کہ جس کے تجارتی کاروان کا رخ پھیر دیا گیا ہے، ایسا کیوں نہ ہوا کہ تم اٰلِ عبد مناف کے پاس چلے جاتے! وہی جنہوں نے ہماری سر کردہ شخصیات کے ساتھ عہد معاہدے کر رکھے ہیں۔ اور وہی جو اِیْلَاف (پر امن تجارتی راہداری کے معاہدات) کے تحت کاروانی تجارت کرتے ہیں۔

ابن حبیب کی روایت کے مطابق دوسرے شعر کے کلمات مختلف ہیں۔ اور متذکرہ بالا روایت کے مقابلے میں زیادہ قرین صحت و پُر اثر ہیں:

اَلْاٰخِذُوْنَ الْعَهْدَ مِنْ اٰفَاقِهَا   وَ الرَّاحِلُوْنَ بِرِحْلَةِ الْاِيْلٰفِ[22]

ترجمہ: آفاقِ عالم سے عہد لے لینے والے، اور اِیْلَاف کی بنیادوں پر کاروانی تجارت پر رواں دواں رہنے والے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں:

وَ كَانَ هَاشِمُ فِيْمَا يَزْعَمُوْنَ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الرِّحْلَتَيْنِ لِقُرَيْشٍ، رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ وَ اَوَّلُ مَنْ اَطْعَمَ الثَّرِيْدَ لِلْحُجَّاجِ بِمَكَّةَ ۔ وَ اِنَّمَا كَانَ اسْمُهٗ عَمْروا ۔ فَمَا سُمِّيَ هَاشِمًا اِلَّا بِهَشْمِهِ الْخُبْزَ بِمَكَّةَ لِقَوْمِهٖ فَقَالَ الشَّاعِرُ مِنْ قُرَيْشٍ اَوْ مِنْ بَعْضِ الْعَرَبِ :

عَمْرُو الَّذِيْ هَشَمَ الثَّرِيْدَ لِقَوْمِهٖ   قَوْمٌ بِمَكَّةَ مُسْنَتِيْنَ عِجَافٌ

سَنَّتْ اِلَيْهِ الرِّحْلَتَانِ كِلَاهُمَا   سَفَرَ الشِّتَآءِ وَ رِحْلَةَ الْاِيْلَافِ۔[23]

ترجمہ: اور اہل علم کے گمان کے مطابق ہاشم ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قریش کے لیے دو تجارتی کاروانوں کی بنیاد رکھی۔ ایک جاڑے کے موسم میں اور ایک گرمیوں کے موسم میں۔ اور آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں حجاج کو

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ثرید بنا کا کھلانے کا اہتمام کیا۔ آپ کا اصل نام تو عمرو تھا۔ لہٰذا آپ کو ہاشم کہنے کی بس یہی وجہ تھی کہ آپ روٹیاں توڑ کر اور شوربہ میں ملا کر مکہ میں اپنی قوم کو کھلایا کرتے تھے۔ اِسی باعث کسی قریشی یا دوسرے عرب شاعر نے کہا ہے:

وہی عمرو جس نے روٹیاں توڑ کر اپنی قوم کے لیے ثرید بنائی، مکہ میں ایک ایسی قوم آباد تھی جو قحط زدہ و لاغر تھی، دونوں تجارتی کاروانوں کی بنیاد بھی آپ ہی نے ڈالی، تجارتی راہداری کی بنیاد پر کاروانی تجارت اور اِس کے ساتھ جاڑے کے دنوں کا سفر۔

طبری کا بیان ہے:

وَذُكِرَاَنَّ هَاشِمًا هُوَاَوَّلُ مَنْ سَنَّ الرِّحْلَتَيْنِ لِقُرَيْشٍ، رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۔ [24]

ترجمہ: اور یہ بھی بیان ہوا ہے کہ ہاشم ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قریش کے تجارتی کاروانوں کی طرح ڈالی تھی۔ ایک جاڑے کے موسم کا اور دوسرا گرمیوں کے موسم کا تجارتی کاروان۔

الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ یہ اشعار ابن حبیب نے بھی نقل کیے ہیں۔ اور اِن کو مطرود بن کعب الخزاعی کی طرف منسوب کیا ہے۔ مسعودی کے حوالے سے ابھی اوپر یہی اشعار نقل ہوئے ہیں۔ اور مسعودی نے بھی مطرود الخزاعی کی طرف ہی منسوب کیے ہیں۔[25]

حارث بن حنش کے کچھ اشعار بھی ابن حبیب کی دونوں کتابوں، کتاب اَلْمُحَبَّر اور کتاب اَلمُنَمَّق میں روایت ہوئے ہیں جن میں ہاشم کی شان بیان ہوئی ہے۔ اِن اشعار میں بھی اِيْلَاف کا ذکر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

اِنَّ اَخِیْ هَاشِمًا لَيْسَ اَخَا وَاحِدٍ   وَاللهِ مَا هَاشِمٌ بِنَاقِصٍ كَاسِدٍ

وَالْخَيْرُفِیْ ثَوْبِهٖ فِیْ حُفْرَةِ اللَّاحِدِ   اَلْاٰخِذُ الْاِلْفَ وَ الْوَ افِدُ لِلْقَاعِدِ [26]

ترجمہ: یقیناً میرا بھائی ہاشم بس کسی ایک شخص کا ہی بھائی نہیں ہے، اور قسم بخدا! ہاشم کسی بھی طرح سے ناقص اور کاروباری مندی کا حامل نہیں ہے۔ اور اُس کی لحد کے اندر اُس کے کپڑے میں بھی خیر ہی ہے، وہ اِيْلَاف کرنے والا ہے اور بیٹھے ہوؤں کے حق میں وفد کا اہتمام کرنے والا ہے۔

مختلف ممالک سے جو امن معاہدات ہوئے اُن کے تحت تجارتی راہداریاں قائم ہوئیں۔ بڑے بڑے تجارتی کاروانوں کی نقل و حمل اور آمد و رفت ممکن ہو گئی اور تجارتی عمل میں بے پناہ وسعت اور پھیلاؤ پیدا ہوا۔ اسی کی بدولت ایک منظم عالمی تجارتی عمل نے خوب خوب ترقی کی۔ عالمی شہرت یافتہ محقق ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

قصی کے پوتے نے اِيْلَاف کے ذریعے سے رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ کی کاروانی تجارت کو بین الاقوامی اساس پر ترقی دی۔[27]

اِس اِيْلَاف کی حقیقت کو سمجھنا تو آج بہت ہی آسان ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ بھی مانا جا سکتا ہے کہ قرآنِ کریم ہمارے اُوپر اِسی تعلّق سے رشد و ہدایت کے دروازے وا کر رہا ہے۔ پاکستان اور چائنہ کے مابین بھی ایک ایسی ہی یعنی اِيْلَاف کی طرز کی پُر امن تجارتی راہداری کا باقاعدہ معاہدہ ہوا ہے۔ یہ معاہدہ ابھی 2014ء میں طے پایا ہے۔ اِس کے تحت چائنہ کو بحیرۂ عرب تک براہِ راست رسائی دی گئی ہے۔ یہ تجارتی راہداری، پاکستان کی چائنہ سے متصل سرحد سے لے کر گوادر کی بندرگاہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اِس معاہدے کے تحت چائنہ کو پاکستان کی حدود میں متعدّد و مختلف شاہراہوں، سڑکوں، موٹرویز اور ریلوے لائنز کے ذریعے اپنا تجارتی مال لانے اور مشرقِ وسطیٰ کے علاوہ مغربی دنیا کو گوادر کی بندرگاہ کی وساطت سے سمندری راستے سے پہنچانے کی سہولت مہیا کی گئی ہے۔ اِس سے قبل چائنہ اپنا یہی تجارتی ساز و سامان بحرِ ہند کے ذریعے ایک لمبا سمندری سفر طے کر کے پہنچایا

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

کرتا تھا۔ ظاہر ہے اِس کے اُوپر کثیر لاگت آتی تھی جس سے اِن اشیاء کی قیمتیں بہت بڑھ جایا کرتی تھیں۔ اِس تجارتی راہداری کو ہمارے اپنے عہد میں حسبِ ذیل نام دیا گیا ہے:

(CPEC= China – Pakistan Economic Corridor)

یہ سی پیک بجائے خود اِیْلَاف کی ایک محدود و معین شکل ہے۔ اور قریش کے اِیْلَاف کے مقابلے میں بہت ہی چھوٹی بھی ہے۔ اِس کے مقابلے میں عربوں کے یہ اِیْلَاف اپنے پھیلاؤ کے اعتبار سے بہت ہی وسیع اور ہمہ جہت تھے۔ یہ قدیم انسانی آبادی کے بڑے مراکز پر مشتمل ایشیا، افریقہ اور یورپ یعنی تینوں برّاعظموں تک برّی و بحری رسائی رکھتے تھے۔ یہ بین الاقوامی تجارت کس قدر منظّم و مربوط اور وسیع تھی؟ اِس بات کا اندازہ قاضی اطہر مبارکپوری کی کتاب "عرب وہند عہدِ رسالت میں" کے مطالعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اب زمانے بیت جانے اور قدیم وقتوں کے اِن اِیْلَاف کے نقوش و نشانات تک معدوم ہو جانے کے بعد محض لغوی اعتبار سے اِس نام کی توجیہات کوئی دانشمندانہ عمل نہیں ہو سکتا۔ ورنہ کل کلاں سی پیک کی توجیہ کرتے ہوئے کوئی عبقری "سمندر کو پیک کر لینے" کا تکّا بھی لگا سکتا ہے۔

خانہ کعبہ کی براہِ راست ولایت کی بدولت عربوں کو بین الاقوامی سطح پر اِس نوع کی عزّت و احترام ملا تھا۔ ہمیں البتہ مسلمان ہونے کے سوا ایسی کوئی بلا واسطہ سہولت میسّر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے اور کچھ ہماری اپنی کوتاہی فکر و عمل کا نتیجہ ہے کہ **سی پیک** نامی یہ جدید دور کی محدود تجارتی راہداری اپنی تکمیل سے بھی پہلے یعنی ابتداکے مرحلوں میں ہی عالمی استعماری طاقتوں کے دباؤ کی تاب نہ لاتے ہوئے بے دم اور ساکت و جامد کر دی گئی تھی۔ حد یہ کہ ہمارے اپنوں ہی کی ریشہ دوانیوں اور ہوسِ اقتدار کے باعث ہی مخالفین کو یہ مواقع ہاتھ آئے ہیں۔ اور خطرات کے مہیب سائے اِس کے سرپہ منڈلانے لگے ہیں۔ بادیٔ النظر میں دہشت گردی کے بپھرے ہوئے عفریت کے پیچھے بھی یہی محرکات کار فرماہیں۔ بلاشبہ اہلِ پاکستان کے لیے یہ ایک عظیم معاشی و اقتصادی منصوبہ تھاجو یقینی طور پر ایک مختصر عرصے میں ہی پورے ملک کی کمر سیدھی کر دیتا۔ مگر خود ساختہ آقاؤں کو گوارانہ ہوا۔ اِس کے مقابلے میں صحراء نشیں عربوں نے اپنے عہدِ جاہلیت میں انسانی آبادی کے قدیم وقتوں سے گنجان آباد تین بڑے براعظموں، ایشیا، افریقہ اور یورپ، کو برّی اور بحری دونوں راستوں سے اپنی اس تجارتی راہداری کے ایلاف نامی معاہدات کے جال میں جکڑ دیا تھا۔ اور اِن ایلاف کے تحت ہی تجارتی سازوسامان کی بہم رسانی وترسیل ہمہ وقت جاری وساری رہا کرتی تھی۔

سورۂ قریش کا بیانیہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب نہ گرمی کی پروا کیا کرتے تھے اور نہ ہی سردی کو خاطر میں لایا کرتے تھے۔ جب اور جدھر دل چاہا، یا ضرورت محسوس ہوئی، تجارتی قافلہ تیار کیا اور چل پڑے۔ حتیٰ کہ گرمی ہو سردی اُن کے یہ تجارتی کاروان رواں دواں ہی رہا کرتے تھے۔ برف پوش پہاڑوں سے راستہ بنا کر **سی پیک** کی روانی سے ہی صحیح معنوں میں قرآنِ کریم میں گرمیوں اور سردیوں کے ذکر کی رَمز بھی ہاتھ آسکتی ہے۔

جزیرہ نما میں کثیر سرمائے کی گردش اور روانی کی جھلک مندرجہ ذیل اور مماثل بیانات میں بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔ ہندوستان وچین تک سے کاروانی تجارتی عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے قاضی اطہر مباکپوری لکھتے ہیں:

> یوں تو پورے عرب میں ہندوستان کے مال کی کھپت ہوتی تھی اور دورِ جاہلیت کے ہر بازار میں یہاں کی چیزیں فروخت ہوتی تھیں۔ مگر ان کی چند خاص منڈیاں بھی تھیں، جہاں یہ چیزیں بھاری مقدار میں رہا کرتی تھیں۔ گویا یہ ہندوستانی اشیاء کے گودام تھے۔ جیسے ابلہ، صحار، جار اور عدن وغیرہ، جہاں عرب کے ساحلی شہروں کے علاقوں سے بلکہ ہندوستان اور چین تک سے تجارتی جہاز اور کشتیاں لنگر انداز ہوتی تھیں۔[28]

تاریخی حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ جن اِیْلَاف کا قرآن حکیم سورۂ قریش میں حوالہ دے رہا ہے وہ عالمی پیمانے پر تجارتی کاروان

لانے اور لے جانے کے لیے متعلقہ ممالک کے سربراہان کے ساتھ کیے گئے پر اَمن راہداری کے معاہدات ہی تھے۔ مگر بقول مرزا غالب ؎

خامہ انگشت بدنداں ہے اِسے کیا لکھیے! ناطقہ سر بگریباں ہے اِسے کیا کہیے![29]

علامہ محمود آلوسی متوفی 1854ء انیسویں صدی کے بڑے متبحّر عالم و مفسّر قرآن ہیں۔ آپ کی تفسیر، ”روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی“، متاخر تفسیری ادب میں اپنا ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ متاخرین آپ پر خاص طور پر تکیہ بھی کرتے ہیں۔ آپ علامہ ہروی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اَلْاِیْلٰفُ عُھُوْدٌ بَیْنَھُمْ وَ بَیْنَ الْمُلُوْکِ۔ [30]

ترجمہ: اِیْلَافَ قریش مکہ اور دیگر ممالک کے بادشاہوں کے درمیان معاہدات کو کہتے ہیں۔

اور زیادہ دیر نہیں گزرتی کے اِس بھاری پتھر کو چوم کر واپس رکھ دیتے ہیں۔ ناقابلِ تردید دلائل پر جمہور کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ حَمْلُ الْاِیْلٰفِ عَلَی الْعُھُوْدِ خِلَافُ مَا عَلَیْہِ الْجَمْھُوْرُکَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْمُتَتَبِّعِ ۔ [31]

ترجمہ: اِیْلَافَ کو معاہدات پر محمول کرنا اُس موٴقف کے خلاف ہے جس پر جمہور کھڑے ہیں۔ جیسا کہ جستجو کرنے والے پر یہ اَمر مخفی نہیں رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ قدیم وقتوں کے نامی گرامی اہل علم و دانش کی تمام تصریحات اور عہدِ جاہلیت کے شاعروں کے کلام سے لے کر عالمی شہرت کے حامل محقّق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی باقاعدہ اور دلائل سے مزیّن و مبرہن تحقیق کو بھی آج کا تفسیری اَدب کسی خاطر میں لانے کے لیے تیار ہی نظر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ فرانسیسی زبان سے اردو زبان میں خود ترجمہ کر کے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اپنا یہ تحقیقی مقالہ جس عظیم دینی درسگاہ کے مجلّہ (ماہنامہ البلاغ کراچی کی جون 1968ء کی اشاعت) میں طبع کروایا تھا اُسی درسگاہ کے بڑے بزرگوں کے اپنے مرتّب کردہ تفسیری اَدب میں بھی اِس اِیْلَافَ کی کہیں کوئی جھلک تک نہیں ملتی۔ گویا اِس عظیم علمی و تحقیقی کاوش پر مٹی ڈال دی گئی ہے۔ علامہ مفتی تقی عثمانی کے نزدیک سورۂ قریش کی ابتدائی دو آیات کے ترجمہ سے ہی یہ حقیقت پوری طرح سے آشکار ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں۔ یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے) سفر کرنے کے عادی ہیں۔[32]

پھر تفسیری حاشیہ میں بیت اللہ شریف کی خدمت کی بدولت قریش کو عربوں کی نظر میں حاصل عزّت و احترام کا ذکر تو کرتے ہیں۔ مگر اِیْلَافَ کی اصل حقیقت سے مکمل بے اعتنائی و لاتعلّقی کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ مقام خصوصی توجہ اور اہمیّت کا تقاضا کرتا ہے۔ ذرا دیر کے لیے رُک کر غور کر لیجیے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ جیسی نابغہ روزگار ہستی کی اپنی کس قدر بیش بہا مصروفیات رہی ہوں گی۔ اُن کو اپنی تحریرات پر نظر ثانی کے لیے بھی جان جوکھم میں ڈالنی ہوتی تھی۔ لہٰذا اِن حالات میں اپنے فرانسیسی مقالے کو اُردو کے قالب میں خود ڈھالنے کے فیصلے کو ہرگز ہلکا نہیں لینا چاہیے۔ لگتا ہے کہ اُن کے دل میں یہ تڑپ موجزن تھی کہ اُردو خواں حضرات بھی اُن کی اِس تحقیق سے ضرور واقفیت پیدا کریں اور استفادہ کریں۔ آپ بخوبی جانتے تھے کہ دارالعلوم بنوری ٹاؤن کا ترجمان البیّنات بھی ہے۔ اور ادارہ ترجمان القرآن کا اِسی نام سے ایک مجلّہ بھی موجود ہے۔ یہ دونوں بھی بڑی تعداد میں طبع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں جاتے ہیں۔ اِن حالات میں دارالعلوم کراچی کے ترجمان ماہنامہ البلاغ کراچی کو دیگر پر ترجیح دے کر اِس تحقیقی مقالے کو طبع کروانے کے لیے منتخب کرنا یقیناً ایک دشوار کام رہا ہو گا۔ مگر اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کے دِل میں ایک مان تھا۔ مان یہ تھا کہ دارالعلوم کراچی اور اِس کے اکابرین آپؒ کی اِس تحقیقِ انیق کی پوری پوری لاج رکھیں گے۔ اور اِس کی وجہ بھی بہت معقول تھی۔ اکابرینِ دارالعلوم کراچی دلیل سے عاری تصلّب سے پرہیز اور اپنی رائے میں اعتدال و توازن کے حوالے سے جانے جاتے تھے۔

دکھ کی بات ہے یہ کہ آپؒ کی یہ امید پوری نہ ہوئی اور یہ لاج سلامت نہ رہ سکی۔ اِس کی بجائے قرآنِ حکیم کی بیان کردہ ایک اہم ترین حقیقت پر پڑے ہوئے حجابات اپنی جگہ قائم و سلامت ہی رہ گئے ہیں۔ روایت، غلط ہونے کے باوجود جیت گئی۔ اور تحقیق و تدقیق نادرست کو درست کر دینے کی اپنی کوشش میں نصف صدی کے قریب وقت گزار لینے کے باوجود ہار گئی ہے۔ بلکہ زندہ در گور ہو گئی ہے۔ متقدمین کی بہر صورت پیروی ایک راسخ عقیدہ بن گیا ہے۔ مگر پیروی ہی کرنی ہے تو ٹھیک ہے ڈاکٹر محمد حمید اللہ علیہ الرحمہ کی پیروی نہ کیجیے۔ علامہ جار اللہ زمخشری کی پیروی ہی کر لیجیے۔ اور علامہ جار اللہ زمخشری کی متذکرہ بالا تصریح ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرما کر اِسی پر غور فرما لیجیے۔ فرماتے ہیں:

اِبْن عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا۔ لَقَدْ عَلِمَتْ قُرَیْشٌ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ اَخَذَ لَهَا الْاِیْلَافَ وَ اَجَازَلَهَا الْعِیْرَاتَ لَهَاشِمٌ۔ اَلْاِیْلٰفُ : اَلْحَبْلُ۔ اَیْ اَلْعَهْدُ الَّذِیْ اَخَذَهٗ هَاشِمُ بْنُ عَبْدِ مُنَافٍ مِنْ قَیْصَرَ وَ اَشْرَافِ اَحْیَآءِ الْعَرَبِ لِقَوْمِهٖ بِاَلَّا یُتَعَرَّضَ لَهُمْ فِیْ مُجْتَازَاتِهِمْ وَ مَسَالِکِهِمْ فِیْ رِحْلَتِهِمْ ۔ وَ هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ اَلَفَهٗ بِمَعْنٰی اَلِفَهٗ لِاَنَّ فِی الْعَهْدِ اُلْفَةٌ وَّ اِجْتِمَاعُ کَلِمَةٍ۔ وَ یُقَالُ لَهٗ اَیْضًا: اِلْفٌ و اِلَافٌ۔ قَالَ:

زَعَمْتُمْ اَنَّ اِخْوَتَکُمْ قُرَیْشٌ لَهُمْ اِلْفٌ وَّ لَیْسَ لَکُمْ اِلَافُ[33]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: قریش کو پتا چل گیا تھا کہ وہ پہلے شخص جنھوں نے اُن کے لیے ایلاف کیے اور اِن کے تحت اِن کو تجارتی قافلوں کی اجازت دی وہ ہاشم تھے۔ ایلاف کا معنی رَسّی یعنی عہد ہے جس کو ہاشم بن عبد مناف نے اپنی قوم کے لیے قیصر روم اور عرب قبیلوں کے اشراف کے ساتھ اِن شرائط کے تحت قائم کیا تھا کہ اُن کے تجارتی کاروانوں کی راہوں و گزر گاہوں پر اُن کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی۔ اور یہ کلمہ کسی کے ساتھ عہدِ الفت قائم کرنے کے لیے بابِ اِفعال سے مصدر ہے۔ اِس لیے کہ عہد کے اندر الفت اور معاملے میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اِس کو اِلْفٌ اور اِلَافٌ بھی کہا جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

تم لوگوں کو زعم ہے کہ قریش تمہارے بھائی بند ہیں، اُن کے پاس ایلاف ہیں اور تم لوگوں کے پاس ایلاف کے جیسی کوئی شئے نہیں ہے۔

تفسیر الکشّاف عن حقائقِ غوامض التنزیل بھی آپؒ ہی کا شاہکار ہے۔ اور الفائق فی غریب الحدیث بھی آپ ہی کی تصنیفِ لطیف ہے۔ یہ اَور بات ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ علیہ الرحمہ کے مؤقف کو اِس ثانی الذکر سے تائید و تقویت مہیا ہوتی ہے۔ اور اگر ڈھونڈ کر فقط نادرست کی پیروی ہی کی چاہ ہے تو یہ بھی یاد رکھ لیجیے کہ یہ معاملہ قرآنِ کریم کی تعبیر و تفسیر کا ہے۔ کوئی عام اور سادہ بات ہر گز نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم کی حفاظت کی جو ضمانت دے رکھی ہے ،[34] اُس کا محور فقط لفظی حفاظت ہی نہیں ہے۔ قدرت نے اَدب جاہلی کے ذخیرہ کو بھی محفوظ فرما رکھا ہے۔ مفردات و تراکیب سمیت اہم تصوّرات کے ضمن میں بھی یہاں سے بھی کافی رہنمائی میسّر آ سکتی ہے۔ زمانۂ مابعدِ عہدِ رسالت مآب علی صاحبہ التحیّۃ والصلوٰۃ میں، سب جانتے ہیں کہ عربی کی فصاحت و بلاغت سمیت اِس میں کئی زاویوں سے خاصی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ اِن تبدیلیوں کے باعث کئی حقیقتوں کے اُوپر حجابات آ پڑے تھے۔ عربی زبان کے جن جن ماہرین کے اُوپر ہم تکیہ کرتے ہیں وہ بھی اپنے اپنے عہد کے بول چال اور محاورہ سے کم ہی آگے بڑھتے ہیں۔

فرّا نحوی، متوفی 207 ہجری، قرآنی آیۂ کریمہ: وَ مَا اَنْتَ عَلَیهِمْ بِجَبَّارٍ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ قَدْ سَمِعْتُ بَعْضَ الْعَرَبِ یَقُوْلُ: جَبَرَهٗ عَلَی الْاَمْرِ، یُرِیْدُ اَجْبَرَهٗ۔ [35]

ترجمہ: اور یقیناً میں نے کچھ عربوں کو یہ کہتے ہوئے خود سنا ہے: جَبَرَهٗ عَلَی الْاَمْرِ، اِس سے اُس کا اِرادہ یہ ہوا کرتا ہے: اُس نے اسے مجبور کیا۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

207ہجری میں فوت ہو جانے والے اِس نحوی، جو کہ نحوی مکتبِ کوفہ کے اِمام بھی ہیں، کا اپنا بیان شاہد ہے کہ اُنہوں نے عربوں کو ایسا کہتے ہوئے خود سنا ہے۔ حالانکہ اِس دور تک آتے آتے عربی کے حوالے سے ملکۂ لسانی کی حفاظت کے سارے بند فتوحاتِ اسلامی کے ریلے اور اِس کے نتیجے میں آنے والے وسیع البنیاد اختلاط کے سیلاب میں بہہ کر نیست و نابود ہو چکے تھے اور پلوں کے نیچے سے کئی ریلے گزر گئے تھے۔ ایک بڑے نحوی اِمام کا اپنے عہد کے عربوں سے اپنے سماع پر انحصار قابلِ غور بات ہے۔ یہ اِس عہد کا اَدبِ عالی تو ہو سکتا ہے۔ مگر عہدِ رسالت مآب علیٰ صاحبہ التحیّۃ والصلوٰۃ کے لیے معیار یا اِس کی ترجمانی کے لائق کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایسی مثالیں اَور بھی بہت ہیں۔ اور عبرت افزا بھی ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اَربابِ البلاغ کی جانب اِس مقالے کے لیے جو تعارفی رقعہ لکھا ہے وہ بھی بہت دلچسپ اور بڑا پُر مغز ہے۔ فرماتے ہیں:

کلیہ ادبیات، جامعہ استانبول، عرصہ ہوا سورۂ ایلاف کی تفسیر میں نے فرانسیسی میں شائع کی تھی، اَب اِس کا اُردو ترجمہ جو میں نے ہی کیا ہے، کراچی کے مؤقّر رسالہ البلاغ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تا کہ اگر پسند آئے تو شائع فرمادیں۔ محمد حمید اللہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ۔[36]

دیگر معاصرین میں سے عبد الماجد دریابادی نے بھی سورۂ قریش کی ابتدائی دو آیات کا ترجمہ حسبِ روایت ہی کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

قریش کو خوگر ہونے کی بناء پر، اپنے جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہونے کی بناء پر چاہیے تھا۔[37]

آگے تفسیری حاشیہ میں بھی روایت ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ البتہ آخر میں رقمطراز ہیں:

> ہمارے زمانہ کے مشہور محقّق ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی ثم پاکستانی نے ایلاف کا ترجمہ تجارتی معاہدہ سے کیا ہے، اور اپنی محققانہ کتاب رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی میں لکھا ہے کہ چین و ہندوستان کی تجارت عرب ہی سے ہو کر یورپ جاتی تھی۔ قریش کا عرب کی تجارت پر حاوی رہنا، مصر و شام، عراق و ایران، یمن و عمان، حبش و سندھ وغیرہ سے انہوں نے جو تجارتی معاہدے (اِیلاف) کر رکھے تھے اور رحلۃ الشتاء والصیف کے باعث شمال و جنوب کے جس طرح قلابے ملاتے رہتے تھے وہ سب جانتے ہیں۔
> ۔۔۔ غرض عرب کا شمال، جنوب، مشرق، مغرب اور وسط ہر حصّہ قریشی ایلاف کی زنجیروں سے جکڑ گیا تھا۔[38]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اِیْلَاف کے موضوع پر اپنا یہ مقالہ بعنوان: "جاہلیّت میں عربوں کے معاشی و سفارتی تعلقات"، جون 1968ء میں دار العلوم کراچی کے ترجمان ماہنامہ البلاغ کراچی، میں طبع کروا دیا تھا۔ نگارشاتِ ڈاکٹر حمید اللہ نامی کتاب میں یہ مقالہ بارِ دِگر طبع ہو کر کتابی صورت میں بھی منظر عام پر آ چکا ہے۔ اور عام دستیاب بھی ہے۔ یہ مقالہ بہت ہی علمی و تحقیقی، مؤقر و وقیع اور ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی بالغ نظری اور وسعتِ مطالعہ کا حقیقی آئینہ دار ہے۔ اور قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر کے تعلق سے کام کرنے والوں کے لیے بصیرت افروز بھی ہے۔ اِس میں ڈاکٹر صاحبؒ نے سورۂ قریش کی ابتدائی دو آیات کا حسبِ ذیل ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

قریش کے "اِیلاف" کے باعث، اِن کے "اِیلاف" کے باعث سرما اور گرما کا کارواں چلتا ہے۔[39]

قرآنِ کریم کے مفردات و الفاظ کے تعلّق سے نت نئے انکشافات کے معاملے میں احتیاط اپنی جگہ اہم ہے۔ مگر ناقابلِ تردید دلائل و شواہد سے مزیّن و آراستہ اور مسلمہ تاریخی روایات کے تحت پوری طرح سے واضح اور روشن ہو کر سامنے آ جانے والی حقیقت سے چشم پوشی کا یہ تسلسل، جو اِیلافِ کے بارے میں بر تا جا رہا ہے، سمجھ سے بالکل ہی بالاتر ہے۔ تعبیر و تشریح کا عمل، تحقیق و تفتیش اور خوب چھان بین کا متقاضی ہوتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ بجا ہے۔ مگر کھلے حقائق سے بے اعتنائی کسی بھی طرح سے مناسب عمل نہیں ہے۔ اِس رویے کے باعث اُن لوگوں کا اعتماد بہت بری طرح سے مجروح ہوتا ہے جو خود گہرے غور و خوض کی صلاحیّت نہیں رکھتے۔ اور دوسروں پر اعتماد کر لینے کے سوا اُن کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک مجروح اعتماد کبھی اور کسی صورت بھی عمل انگیز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اہل علم و دانش اور بالخصوص تفسیری ادب کے تعلق سے کام کرنے والوں کو

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اِس پہلو پر بھی توجہ دینے کی بلکہ اپنا دھیان مرکوز کرنے کی ابھی بہت ضرورت ہے تاکہ قرآنِ کریم کی فراہم کردہ ہدایت پر عمل کرنے کے خواہشمند پوری تسلّی واطمینان اور شرحِ صدر کے ساتھ عمل پیرا ہو کر اپنی دنیاو آخرت سنوار سکیں۔ ہر گز بعید اَز قیاس نہیں کہ اگلے وقتوں میں وسائل کی کمیابی یا کسی دوسری وجہ سے کسی معاملے میں مکمل تحقیق اور چھان بین نہ ہو سکی ہو۔

اِیلافِ قریش کے تعلق سے ہمارے تفسیری اَدب نے جو بے اعتنائی برتی ہے بلکہ بڑی غفلت کا مظاہرہ کیا ہے اُس کے اثرات آج ہم **پاک چائینہ اکنامک کوریڈور** پر خوف اور اندیشوں کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں۔ قومیں باوقار انداز میں دیگر اقوام عالم کے ساتھ اپنے مضبوط معاشی و سفارتی تعلقات قائم کیا کرتی ہیں۔ اور اپنے لوگوں کے باعزّت زندگی گزارنے اور اُن کی تعمیر و ترقی کے بہتر مواقع کی تلاش و جستجو میں ہمیشہ مگن رہا کرتی ہیں۔ لہٰذا ہاتھ آیا کوئی موقع کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا کرتیں۔ اِسی سے نسلِ نو کو اپنے بہتر مستقبل کی سوچ اور راہ ملتی ہے۔ اور قومیں مضبوطی و استحکام حاصل کیا کرتی ہیں۔ بین الاقوامی برادری کی نظر میں قوموں کی عزّت و وقار اور ساکھ، دیانتداری اور اصولوں پر مبنی باہمی سفارتی و تجارتی تعلقات پر ہی منحصر ہوتی ہے۔

پاکستان کا موجودہ جغرافیہ بجائے خود قدرت کا ایک انعامِ عظیم ہی ہے۔ سمندر، دریا، صحرا، میدان اور دنیا کے عظیم ترین پہاڑی سلسلے سب اِس میں یکجا ہیں۔ اور اِس ملک کو چاروں موسم عطا کرتے ہیں۔ معدنیات کے ذخائر اپنی جگہ ہیں۔ اور غیر محدود ہیں۔ اِن تمام نعمتوں سے مالامال یہ وطن ایک عظیم عطیہ ُخداوندی ہی ہے۔ اِس عظیم وطن کو عظیم تر بنانے کے معاملے میں ہم اگر واقعی مخلص ہیں تو **پاک چائینہ اکنامک کوریڈور** کو قرآنِ کریم کے فراہم کردہ تصوّرِ اِیلافِ قریش سے جوڑنا اور ہم آہنگ کرنا ہو گا۔ کہا جاسکتا ہے کہ بالواسطہ طور پر قرآنِ کریم اِس معاملے صاف اور واضح رہنمائی فراہم کر رہا۔ بلکہ گرمیوں اور سردیوں کے اسفار کی بات کی جائے اور اِس کو برفانی پہاڑوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو صورتحال اَور بھی معنی خیز معلوم ہوتی ہے۔

مگر اِس راہ کی بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ ہماری اپنی علمی و اَدبی کوتاہیوں نے ہی ہماری حقیقی علمی میراث پر ابہام کے دبیز پردے ڈال دیئے ہیں۔ اور اِس کے لازمی نتیجہ کے طور پر ہمارے مستقبل کے اُوپر خوف و تذبذب کے مہیب سائے ڈال رکھے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حق اور حقیقت فراموش بھی ہوسکتے ہیں اور اِن کے آگے حجابات بھی آسکتے ہیں۔ مگر یہ کبھی نیست یانابود یعنی فنا نہیں ہوسکتے۔ عربوں کا عہدِ جاہلیت گواہ ہے کہ دینِ ابراہیمی میں طرح طرح کی خرافات داخل کرلی گئی تھیں۔ توحید کی جگہ شرک کو اوڑھنا بچھونا بنالیا گیا تھا۔[40] مگر جب آپ ﷺ کی بعثتِ مبارکہ ہوئی تو حق اور حقیقت ایک بار پھر پوری آب و تاب کے ساتھ ابھر کر سامنے آگئے تھے۔ اور باطل کو منہ چھپائے ہی بنی تھی۔[41] اِسی طرح اِیلافِ قریش کی حقیقت پر پڑے ہوئے پردے بھی دائمی اور ابدی ہر گز نہیں ہیں۔ اِن کا پردہ بھی بہر صورت چاک ہو کر ہی رہے گا۔ آج نہیں تو کل ہی سہی۔ حالاتِ جاریہ کی صورت میں تو یہ قوم دیگر اقوام کے سامنے ایک تَر نوالہ سے زیادہ کسی حیثیت کی حامل ہو ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ حالات وواقعات ہیں جنہوں نے اِس قوم کے ذہنوں میں ایک تابناک مستقبل کی جگہ مختلف طرح کے خوف اور اندیشے زندہ و برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اِن تمام علّتوں سے نجات کا واحد راستہ قرآنِ کریم کے مضامین کی درست تعبیر ہی ہے۔ جو حقائق کھل کر سامنے آجائیں اُن کو پوری خندہ پیشانی اور فراخدلی کے ساتھ قبول کرلینے کی ضرورت ہے۔ یہی نہیں بلکہ اِن تازہ دَم تصوّرات کو اپنے اَدبی ذخیرہ میں سمو لینے کی ضرورت کا کامل ادراک بھی بہت ہی ضروری ہے۔ انہی چیزوں کے فقدان کے باعث اِس **اکنامک کوریڈور** پر بے یقینی کے مہیب سائے لہراتے نظر آتے ہیں۔ ورنہ سفارتی، معاشی و اقتصادی میدان میں بازی پلٹ کرر کھ دینے والا یہ گراں قدر منصوبہ، پاکستان کے لیے وہی حیثیت رکھتا ہے جو ایک جسم کے اندر ریڑھ کی حیثیت ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **اکنامک کوریڈور**، پاکستان دشمنوں کے دِلوں میں بری طرح کھٹک رہا ہے۔ اور اِس کے خلاف مہم جوئی اَب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے۔ لہٰذا

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اِس منصوبے سے بے اعتنائی اور لاپروائی صرف ہماراہی نہیں ہماری آئندہ نسلوں کا بھی بہت بڑانقصان ہے۔ باعزّت وباوقار بین الاقوامی معاہدات کے تحت اِس **اکنامک کوریڈور** کی کامیابی پوری قوم کی کامیابی ہے۔

نیز دُور اندیشی کا تقاضا ہے کہ چائینہ میں جاری موجودہ معاشی واقتصادی اور صنعتی و تخلیقی انقلاب کی سرعت رفتاری کا بغور جائزہ لے لیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انقلاب بہت جلد چائینہ کی اپنی سرحدوں سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ پاکستان میں گوادر کی بندرگاہ کے باعث اِن صنعتوں کا اگلا پڑاؤ قدرتی طور پر پاکستان میں ہی مقدّر معلوم ہوتا ہے۔ اِن حالات میں پاکستان کے اندر اِس راہداری کے اطراف میں صنعتی زون بنانے اور روزگار کے وسیع مواقع پیدا ہوسکتے ہیں۔ مقامی سرمایہ کاروں کے علاوہ بیرونی سرمایہ کاری کے لیے بھی یہ ایک سنہری موقع ہو گا۔ ملک میں موجود غربت وافلاس، کم علمی وجہالت، بے ہنری اور بے روزگاری کی آفات کے خلاف جنگ میں یہ ایک قیمتی اور نادر موقع ثابت ہو گا۔ سورۃ القریش کے آخری حصّہ میں اِیلافِ قریش جیسی نعمتِ عظمیٰ کے دوبڑے بڑے فوائد کا ذکر بھی آیا ہے۔ ایک بھوک میں کھانا عطا فرمایا یعنی آسودگی وخوشحالی میسّر آگئی۔ اور دوسرا ہر طرح کے خوف سے نجات بھی دے دی گئی۔ سی پیک بلاشبہ ہمارے لیے بھی ایسے ہی فوائد و ثمرات کا حامل ہو گا۔ اِن شآءَاللہ العزیز۔ مؤرخہ 10 مئی 2025ء کے معرکۂ حق اور آپریشن بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ میں چائینہ کی قربتوں کے اَثرات سے اِس وقت دنیا کی دنیا مسحور نظر آتی ہے۔ طویل المدّتی شراکت داری کے اَثرات اَور بھی دُور رَس ہوسکتے ہیں۔

البتہ **پاک چائینہ اکنامک کوریڈور** کو پوری طرح سے رُوبعمل لانے کے لیے مقامی حالات کو سازگار بنانے کے لیے مخلصانہ کوششیں ناگزیر ہیں۔ اِس کے لیے جاری دہشت گردی اور اِس کے بنیادی محرکات کا خاتمہ کرنا اور بدامنی کے عفریت کا سر پوری طرح سے کچل دینا ہو گا۔ اِسی طرح اِنڈیا کو بھی اِس تجارتی راہداری سے دور پَرے دھکیل دینا عین حکیمانہ عمل ہو گا۔ اِس کے لیے نگرانی کے زمینی اور خلائی آلات بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ یہ صلاحیّت بھی ہماری دسترس میں آچکی ہے۔ اَمن واَمان قائم کرلینے کے بعد پس رَوی کے اِمکانات کو بھی مسدود کردینے کے لیے آئینی و قانونی لحاظ سے ضروری اقدامات بھی نہ صرف یہ کہ ہونے چاہئیں بلکہ نظر بھی آنے چاہئیں اور اُن کی مناسب تشہیر بھی ہو جانی چاہیے۔ فضائیں سازگار اور راہیں ہموار کرلینے کے بعد سرمایہ کاری وصنعت وحرفت کے بڑے اور مرکزی شراکت داروں کے اعتماد کی بحالی پر توجہ کو مرکوز رکھنا بھی اَربابِ بست و کشاد کی اوّلین ترجیح ہونی ضروری ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے تفسیری عمل میں آج اغلاط سے مبرّا ایک صحت وصواب کا آئینہ دار اور تازہ دم تعبیری عمل ناگزیر ہے۔ اِس ضرورت کا انکار اَب ممکن نہیں رہا ہے۔ قرآنِ کریم کو فرقان بھی کہا گیا ہے اور وجہ اِس کی یہی ہے کہ یہ حق اور ناحق کے مابین فرق کو واضح کردیتا ہے۔[42] خود قرآنِ کریم کی روشنی میں حق وناحق کا یہ فرق عصر حاضر میں قرآنی نورِ بصیرت کو عام کرنے اور مؤثر بنانے میں مددگار ہو گا۔ یہ کہنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ خود قرآنِ کریم کی رُو سے بھی **پاک چائینہ اکنامک کوریڈور** اہل پاکستان کے لیے قدرت کا ایک بڑا عطیہ اور عظیم انعام ہے۔

بلاشبہ قرآنِ کریم ایک زندۂ جاوید الہامی کتابِ ہدایت ہے۔ اور اِس کی فراہم کردہ رُشد وہدایت، رہتی دنیا تک کے ہر دور کے اِنسان کے لیے کافی و شافی ہے۔ قرآنِ کریم پر ایمان کی پختگی اور دیدۂ عبرت نگاہ مہیّا ہو جائے تو قرآنی حقائق کی بصیرت افروز تعبیر آج بھی مل سکتی ہے۔ اِس تعبیر کے تحت جی اُٹھنے کی دِلوں میں طلب و جستجو پیدا ہو جائے تو یہ اَدھ موئے دِلوں کو بھی حیات ونشاط افزا برُہانِ تاباں اور پژمردہ ذہنوں کو بھی نَزاہۂ جاوِداں بخش دیتی ہے۔ اِس بات میں بھی کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے کہ شرحِ صدر کی مضبوط بنیادوں پر ہی عملی ہمّت واستقامت میں ہمارے روشن مستقبل کی امید پوشیدہ ہے-

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ بلیاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات، جامع مسجد دہلی، مکتبۂ برہان، مئی 1962ء، ص:14، مادّہ: ال ف۔

[2]۔ تھانوی، محمد علی، موسوعۃ کشاف اصطلحات الفنون والعلوم، لبنان، مکتبۃ لبنان ناشرون، 1996، ص:256، ج:1، مادّۃ: ال ف

[3]۔ لوئس معلوف، المنجد، تہران، انتشارات اسماعیلیان، 1362، ص:16، ج:1،

[4]۔ ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، سعودیہ، وزارت شئون الاسلامیہ، بلاسنِ طباعت، ص:352، ج:10، ال ف

[5]۔ زمخشری، محمود بن عمر، جار اللہ، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، بیروت، دار الکتاب العربی، فروری:1947ء، ج:4، ص:801

[6]۔ رازی، ضیاء الدین عمر، فخر الدین، تفسیر کبیر، مصر، مکتبۂ بہیئہ، بلاسن طباعت، ج:16، ح:32، ص:105 (ملخصًا)

[7]۔ مُخَضْرَم وہ شخص جس نے عہد جاہلی میں شعر واَدب کے تعلّق سے نام کمایا ہو اور اِسلام کے آنے کے بعد بھی شاعری کے جوہر دکھائے ہوں۔

[8]۔ زمخشری، محمود بن عمر، جار اللہ، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، محولہ بالا، ج:4، ص:801

[9]۔ ابو تمام، حبیب بن اوس، الطائی، دیوان الحماسہ، مترجم: محمد اسحاق لاہوری، لاہور، المتبۃ السلفیہ، بلاسن طباعت، ص:20-419

[10]۔ طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، بیروت، مؤسّسۃ الرّسالۃ، 1994ء، ص:569

[11]۔ جار اللہ زمخشری، محمود بن عمر۔ الفائق فی غریب الحدیث، تحقیق: علی محمد البجاوی و محمد ابو الفضل ابراہیم، بیروت، دار الفکر، 1992ء، ص:53، ج:1

[12]۔ جاحظ، عمرو بن بحر، ابو عثمان، رسائل الجاحظ، بتحقیق: عبد السلام محمد ھارون، قاہرہ، مکتبۃ الخانجی، 1964ء، ص:127، ج:4

[13]۔ یعنی: قریش کو الفت دینے کے طفیل، یعنی اُن کو جاڑے اور گرمیوں کے سفر کی الفت دینے کے سبب، محدثِ دہلوی، شاہ ولی اللہ، قرآن مجید ترجمہ فارسی، لاہور، پاک کمپنی، بلاسن، ص:729

[14]۔ جالندھری، فتح محمد، القرآن الکریم (66)، کراچی، بیت القرآن، بلاسنِ طباعت، ص:788

[15]۔ مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، لاہور، المکتبۃ السلفیہ، بلاسنِ طباعت، ص:34-33

[16]۔ خواجہ، عبد المجید، جامع اللغات، لاہور، اردو سائنس بورڈ، طبع دوم:2003ء، ج:1، ص:338، مادّہ: ب درق

[17]۔ ڈاکٹر، محمد حمید اللہ، عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی (نظر ثانی واضافہ شدہ) کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، 2006ء، ص:218

[18]۔ لوئیس معلوف، المنجد، محوّلہ بالا، ص:188، ج:1، مادّہ: خ ف ر

[19]۔ ڈاکٹر، محمد حمید اللہ، عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی محوّلہ بالا، ص:219

[20]۔ البغدادی، محمد بن حبیب، متوفی 245ھ، کتاب المُنَمَّق، تصحیح و تعلیق خورشید احمد فارق، بیروت، عالم الکتب، طبع اول:1985ء، ص:43-42

[21]۔ مسعودی، علی بن حسین، ابوالحسن، مروج الذہب و معادن الجوہر، شرحہ وقدم لہ: الدکتور مفید محمد قمیحہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولیٰ، ج:2، ص:65

[22]۔ البغدادی، محمد بن حبیب، متوفی 245ھ، کتاب المُنَمَّق، محوّلہ بالا، ص:46

[23]۔ ابن ہشام، عبد الملک، ابو محمد، السیرۃ النبویہ، برحاشیہ الروض الانف، ملتان، عبد التواب اکیڈمی، بلاسنِ طباعت، ص:95-94، ج1

[24]۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ الطبری، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، مصر، دار المعارف، طبع ثانی، ص:252، ج:2

[25]۔ مسعودی، علی بن حسین، ابوالحسن، مروج الذہب و معادن الجوہر، محوّلہ بالا، ج:2، ص:65

[26]۔ البغدادی، محمد بن حبیب، متوفی 245ھ، کتاب المُنَمَّق، محولہ بالا ص:43، کتاب المُحَبَّر، محولہ بالا، ص:162

[27]۔ ڈاکٹر، محمد حمید اللہ، عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی، محوّلہ بالا، ص:21

[28]۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، "عرب وہند، عہدِ رسالت میں"، لاہور، تخلیقات، 2004ء، ص:26

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

[29]۔غالب، مرزا اسد اللہ خاں، دیوانِ غالب (تاریخی ترتیب کے ساتھ) مرتبہ: کالی داس گپتا رضا، پاکستان، انجمن ترقی اردو، اشاعتِ اول 1990ء، ص:275

[30]۔ آلوسی، السید محمود، شہاب الدین، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، بلاسن طباعت، ص:238، ج:30

[31]۔ آلوسی، السید محمود، شہاب الدین، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، محولہ بالا، ص:238، ج:30

[32]۔مفتی محمد تقی عثمانی، توضیح القرآن، آسان ترجمۂ قرآن تشریحات کے ساتھ، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، فروری 2011ء، ص:1959، ج:3

[33]۔جار اللہ زمخشری، محمود بن عمر۔الفائق فی غریب الحدیث، محولہ بالا، ص:53، ج:1

[34]۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ، یعنی: بلاشبہ ہم نے ہی یہ نصیحتی یادداشت نازل کی ہے اور بلاشبہ ہم ہی اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(الحجر:9)

[35]۔ابو زکریا الفرّا، یحیٰ بن زیاد، معانی القرآن، بیروت، عالم الکتب، 1980ء، ص:81، ج:3

[36]۔ڈاکٹر، محمد حمید اللہؒ، "اِیلاف، جاہلیت میں عربوں کے معاشی و سفارتی تعلقات"، مطبوعہ در نگارشاتِ ڈاکٹر حمید اللہؒ، مرتبہ محمد عالم مختارِ حق، لاہور، بیکن بکس، 2004ء، ص:82

[37]۔ دریابادی، عبد الماجد، تفسیر ماجدی، لاہور، پاک کمپنی، بلاسن طباعت، ص:1186

[38]۔ دریابادی، عبد الماجد، تفسیر ماجدی، محوّلہ بالا، ص:1186

[39]۔ڈاکٹر، محمد حمید اللہؒ، "اِیلاف، جاہلیت میں عربوں کے معاشی و سفارتی تعلقات"، محوّلہ بالا، ص:89

[40]۔ القرآن الکریم، سورۃ الانعام، آیت:19

[41]۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ،(البقرہ:185) یعنی: رمضان المبارک ہی وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کو، سراسر ہدایت اور ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کی کھلی اور بہت واضح نشانیوں کی حیثیت سے، نازل کیا گیا ہے۔

[42]۔وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا،(بنی اسرآئیل:81) یعنی: آپ فرما دیجیے: حق آ گیا ہے اور باطل بے جان ہو گیا ہے اور بلاشبہ باطل بے جان ہونے کا ہی تھا۔